اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۹ اپریل (بوقت ساڑھے آٹھ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ کل دن بھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو ضعف کی شکایت رہی اس وقت طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۲۵ اپریل۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ پاسپورٹ پر آج صبح چند روز کے لئے (پرمٹ) پاکستان تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ سفر حضر میں آپ کا حافظ ناصر ہو اور بخیریت واپس دارالامان لائے۔ آمین۔

قادیان ۲۷ اپریل۔ محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی اپنے بیٹے کی شادی کی تقریب کے بعد مع دیگر افراد خاندان آج بعد نماز جمعہ عازم کلکتہ ہوئے۔ جملہ درویشان قادیان نے اپنے قابلِ احترام بھائی اور جملہ متعلقین کو نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ سفرِ حضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو اور اس رشتہ کو ہر طرح سے بابرکت اور علیٰ ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین۔

روحانی نقطۂ نگاہ سے اہلِ مغرب کی ناگفتہ بہ حالت!

امریکہ کے مشہور عیسائی منادِ ڈاکٹر بلی گراہم کا ایک فکر انگیز مقالہ

مغرب کے عیسائی ممالک اپنے معنوی خدا یعنی انجیل یسوع کی صلیبی موت اور کفارہ کے عقیدے پر ایمان رکھنے کے نتیجہ میں اخلاقی اور روحانی لحاظ سے کس درجہ پستی کا شکار ہو چکے ہیں۔ اور اپنی اس حالت کی وجہ سے کس طرح مکمل تباہی کے کنارے آ لگے ہیں۔ اس کا اندازہ امریکہ کے شہرۂ آفاق عیسائی مناد ڈاکٹر بلی گراہم کے ایک حالیہ مضمون سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اُن کا یہ مضمون انگلستان کے مشہور رسالہ "ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ" کے نومبر ۱۹۶۲ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے اس مضمون میں جس کا عنوان ہے (We Have a Social Gospel) اخلاقی اور روحانی نقطۂ نگاہ سے اہلِ امریکہ کی ناگفتہ بہ حالت کا بہت عبرتناک نقشہ کھینچا ہے۔ اور انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ اس وقت امریکہ میں لوگوں کی بداعمالیاں اس آخری حد تک پہنچ چکی ہیں۔ کہ جس تک پہنچنے پر پہلے زمانوں میں مستحقِ عذاب بستیاں رہی ہیں۔ اور قہرِ الٰہی کی مورد بن کر صفحۂ ہستی سے نابود ہوتی رہی ہیں۔ اسی پر بس نہیں انہوں نے اپنی اہلیہ کا ایک قول نقل کرتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر خدا نے اہلِ امریکہ کی موجودہ بداعمالیوں کا نوٹس نہ لیا اور انہیں کسی قسم کے عذاب کا مزہ نہ چکھایا تو پھر اسے اُن بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی جن پر وہ ازمنۂ گذشتہ میں اسی قسم کی انفرادی اور اجتماعی گناہوں کی وجہ سے تباہی و بربادی مسلط کرتا رہا ہے۔ ڈاکٹر بلی گراہم نے اگرچہ یہ مضمون صرف اہلِ امریکہ کے بارہ میں ہی لکھا ہے لیکن اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ مغرب کے ہر عیسائی ملک پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ ذیل میں ہم ان کے مضمون کے ایک فکر انگیز حصہ کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ وہ رقمطراز ہیں:-

"میرے نزدیک لحاظ بہ لحاظ ملکی صورتِ حال نازک سے نازک تر ہوتی جا رہی ہے۔ کتنے ہی اعداد و شمار اور مثالیں پیش کر کے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ فی الواقعہ صورتِ حال کچھ ایسی ہی ہے۔

"ہارورڈ بزنس ریویو (Harvard Business Review) نے اپنے موسم سرما کے شمارہ میں امریکی قوم اور عوام کی اخلاقی حالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملک کے بڑے بڑے تجارتی سربراہوں سے جب دریافت کیا گیا تو پانچ میں سے چار نے اعتراف کیا کہ ان کے اپنے اپنے تجارتی شعبہ جات میں بعض ایسے طریقے رائج ہیں جو اخلاقی نقطۂ نگاہ سے سخت قابلِ اعتراض ہیں۔ اسی طرح والٹر لپمین (Walter Lippmann) نے مشہور امریکی رسالہ "لک" (Look) کی حالیہ اشاعت میں لکھا ہے کہ امریکی معاشرہ ایک ایسے ضابطۂ اخلاق کو قبول کرنے کی طرف مائل ہوتا جا رہا ہے۔ جس کی رو سے اخلاقی جھوٹ اور فریب کے لئے گنجائش موجود ہے۔ ایک مشتہر نے اس ضابطہ کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ملک کی تمام صحافیات خواہ وہ عام اخلاق کی رو سے کتنی ہی قابلِ اعتراض کیوں نہ ہوں جائز اور روا ہے۔ یہ میاں جی نے کہا تھا "اور ہر ایک اپنے ہمسایہ کو فریب دے گا اور سچ نہ بولے گا۔ انہوں نے اپنی زبان کو جھوٹ بولنا سکھایا ہے اور یہ لوگ بدکرداری میں جانفشانی کرتے ہیں" (یرمیاہ باب ۹ آیت ۵) بعینہٖ لوگوں کی یہی حالت ہے جو آج ہم اپنے ملک میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔

مزید برآں جنسی شغف حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج ملک بھر میں جنسی دلچسپی کی پوجا ہو رہی ہے۔ جنسی اپیل کی یہ صورتیں فلمی صنعت ٹیلیویژن نے تراش رکھی ہیں اور بعض اوقات تو ان کی تراش خراش بہت ہی بھونڈی اور نامناسب ہوتی ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی ہے اس میں کلام نہیں کہ جنسی دیویاں آج ہمارے درمیان موجود ہیں اور عوام کا جنسی شغف اس درجہ بڑھ چکا ہے کہ سدوم اور عمورہ کی یاد تازہ ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ کچھ عرصہ ہوا میری بیوی نے کہا تھا کہ "اگر خدا نے امریکہ کے بارہ میں اپنا فیصلہ صادر نہ کیا تو اسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی"۔

نشہ آور چیزوں کے بکثرت استعمال کا مسئلہ اس پر مستزاد ہے۔ اس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ کمیونسٹ چین کی حکومت سے بنی ہوئی دوائیں اور دیگر کیمیاوی مرکبات چین سے درآمد کر کے امریکہ میں سمگل کر رہا ہے۔ تاکہ اس ملک کے لوگوں کی اخلاقی حالت اور اُن کی حوصلہ مندی کو تباہ کر دیا جائے۔ ملک میں پچاس لاکھ ایسے افراد ہیں جنہیں شراب کے نشہ میں مست رہنے کی عادت ہے اور ان کا یہ مرض بہت مزمن صورت اختیار کر چکا ہے۔

پھر لوگوں میں روحانی طور پر جو کھوکھلاپن پایا جاتا ہے وہ اپنی جگہ ایک بہت بڑے مسئلہ کی صورت اختیار کر چکا۔ بے چشم امریکی ناول نگار ارنسٹ ہیمنگ وے (Ernest Hemingway) نے اپنی وفات سے تھوڑا ہی عرصہ قبل کہا تھا۔ "میں ایک خلاء میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور اپنے آپ کو اس ریڈیو ٹیوب کی طرح اکیلا اور افسردہ محسوس کرتا ہوں جس کی بیٹری ختم ہو چکی ہو اور کوئی اور کرنٹ بھی موجود نہ ہو جسے گراؤنڈ کر کے اس میں زندگی کی لہر دوڑائی جا سکے"۔ اسی طرح مشہور آسٹرین ماہر نفسیات کارل جنگ (Carl Jung) نے اپنی وفات سے قبل کہا تھا "ہمارے زمانہ کا سب سے بڑا روگ کھوکھلاپن ہے"۔

امریکہ کو جتنی بھی جنگیں لڑنی پڑی ہیں اُن میں سے کوریا کی جنگ ہی ایک ایسی جنگ ہے کہ دشمن کی قید سے کوئی ایک امریکی سپاہی بھی توڑ کر نکلنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان امریکی سپاہیوں کے گرد اتنا سنگین پہرہ بھی نہ تھا جتنا کہ جرمن اور جاپانی سپاہی جنگی قیدیوں پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ (باقی صفحہ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رانا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ——— مورخہ ۲ مئی ۱۹۶۳ء

تسلیم و رضا کے قابلِ قدر نمونے

ذوالحجہ کا مبارک مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ خصوصی عبادات کے لحاظ سے رمضان شریف کے بعد جس مہینہ کو پانچویں رکن اسلامی کے بجا لانے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے وہ یہی ذوالحجہ کا بابرکت مہینہ ہے۔ اس میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے اکنافِ عالم سے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں پہنچ آتے ہیں۔ کوئی مہینوں پہلے نکل کھڑا ہوا تو کسی نے ہفتوں پہلے شعائر اللہ کی زیارت کے لئے رختِ سفر باندھا۔ اپنی مالی وسعت اور حالات کی سازگاری کے مطابق سبھی اس مقام مقدس کی طرف چل دیئے ——— لبیک لبیک اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے عاشقانہ انداز میں بیت اللہ شریف کے گرد گھومتے ہیں۔ صفا مروہ نامی دو پہاڑیوں کا چکر لگاتے ہیں۔ مقررہ اوقات میں دیگر مقدس مقامات اور شعائر اللہ کی زیارت سے ایمانی حرارت کو بڑھاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ۹ ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں جمع ہو کر بارگاہ رب العزت میں عرض و نیاز کی سعادت پا چکے ہیں۔ ۱۰ ذوالحجہ ہوئی تو دیگر مناسک حج کے ساتھ قربانیوں کے ذبح کرنے کا موقعہ پایا ———

یہ تو ہوئے مختصر سے اشارے ذوالحجہ کے مبارک ایام میں عازمینِ حج کے مشاغل کے بارے میں ——— مگر وہ لوگ جو اپنے حالات کی مجبوری کی وجہ سے اس موقعہ پر اس مقدس سرزمین میں پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے ان کے لئے بھی مقامی طور پر ان ہی مبارک ایام میں اچھے خاصے روحانی فائدہ کے سامان کر رکھے ہیں ——— چنانچہ اس دسویں ذوالحجہ کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے دوسرا جشن مسرت منایا جاتا ہے۔ جسے عید الاضحیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یا جسے عام فہم زبان میں قربانیوں کی عید کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہر شخص صاحبِ استطاعت مسلمان اس موقعہ پر اپنی طرف سے اپنے خاندان کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرنے میں روحانی لذت محسوس کرتا ہے۔ پھر اگر قربانی کے ساتھ دلی عقیدت اور روح کی فدائیت کا جذبہ کارفرما ہو تو سمجھئے کہ اس نے قربانی کے جانور کے ذبح کرنے کے ساتھ گویا اپنے نفس کی اونٹنی کو بھی ذبح کر دیا!! ... یعنی خدا کی خاطر اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے جس نے اپنے نفس سے جنگ کی اور اسے ذبح کر لیا گو ظاہر میں تو اس نے ایک جانور کی قربانی دی لیکن حقیقت میں اس نے اس جانور کے ذبیحہ کے ساتھ اپنے باطنی عقیدہ اور تسلیم و رضا کا اظہار اپنے اس عملی نمونہ سے کیا۔ چنانچہ اس کی برکت سے بارگاہ رب العزت میں اس نے خاص قرب کا مقام حاصل کیا ———

حج بیت اللہ کے وقت کی مختلف عبادات ہوں یا ہر مسلمان کی اپنے وطن میں اور اپنے گھر میں اخلاص اور محبت نہیت کے ساتھ پیش کردہ قربانیاں ہوں یہ ساری کی ساری دراصل اُن مقدس ہستیوں کے صبر و رضا کے بے نظیر نمونوں کو یاد تازہ کرتی ہیں جو انہوں نے محض خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنی عزیز ترین پونجی۔ حیات انسانی ـ کو داؤں پر لگا دیا۔

ان تمام واقعات کے پیچھے تین قابلِ صد احترام ہستیوں کے زندہ جاوید کارنامے ہیں۔ ان مقدس ہستیوں میں سے ایک معمر سا ضعیف العمر باپ ہے جو عہد پیری کے واحد سہارے اور شیرخوار بچے کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آنے میں ذرا تامل نہیں کرتا ———۔ اسی وقت ایک دوسری مقدس ہستی اپنے ایمان والیقان کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھاتی ہے کہ عورت ذات ہوتے ہوئے ڈراؤنے ماحول سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوتی خدا کی ہستی پر نہایت محکم یقین اور دل میں پختہ ایمان لئے ہوئے اپنے ننھے سے شیرخوار بچے کو لئے ہی جب موقی اللہ جوانت مندی سے اپنے مقدس شوہر کے ساتھ سنسان وادی کی طرف رواں دواں چل پڑتی ہے ——— !! ایک خاص مقام پر پہنچ کر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں ماں بیٹے کو اکیلا چھوڑ کر لوٹتے ہیں۔ تو بچے کی ماں ہاجرہ پوچھتی ہیں۔

——— ہمیں کس کے پاس چھوڑ چلے ہو ———

ابراہیم علیہ السلام نے بجائے زبان سے کچھ جواب دینے کے فقط آسمان کی طرف دیکھا جس کا مطلب یہی تھا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ خدا کے ارشاد سے کیا۔ اب بھی اسی کے سہارے تمہیں یہاں چھوڑ چلا ہوں۔ ——— زیرک ہاجرہ فوراً سمجھ گئیں ایسے وقت میں ان کے منہ سے بے ساختہ جو الفاظ نکلے وہ ہمیشہ ہی یادگار رہیں گے بخاری کی روایت کے مطابق انہوں نے فرمایا۔

اِذًا لَا يُضَيِّعُنَا اللّٰهُ

جب خدا ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا

اللہ اللہ یہ ہے ایک عورت کا پختہ ایمان اور یقین اپنے خدا پر!! بلاشبہ ہاجرہ بہت ہی بلند مقام اور ارفع شان کی مالک تھیں ———!! سچ ہے جب تک کسی شخص کا اپنے خدا پر نہایت محکم ایمان نہ ہو اور قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کے فضلوں کے زندہ نشانات سے اس کے ایمان کو جلا اور روشنی حاصل ہو چکی ہو۔ ایسی بات منہ سے نکل ہی نہیں سکتی ———!! مگر یہاں تو حال یہ ہے کہ نہ صرف ہاجرہ نے فقط زبان سے ایسا کہا بلکہ اس نے تو کر کے دکھا بھی دیا ——— نہ معلوم وہ کتنے روز تک اس سنسان وادی میں تن تنہا رہیں اور شب و روز ہولناک مناظر کا بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ مقابلہ کرتی رہیں ———!!

اب آیئے اس ننھے منے بچے کے پاکیزہ نمونہ کی طرف اگرچہ وہ صرف زمانہ تک اس کی ماں کی قربانی نہایت ہی قدر و قیمت رکھتی ہے۔ مگر کیا کہیئے اس مبارک ماں کی اعلیٰ درجہ کی تربیت کے جو اس نے اپنے اس نونہال کی عہد طفولیت میں کی۔ ذرا غور کیجئے یہی بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ وقت کے بعد بارشادِ خداوندی اپنے بچے اور بیوی کو دیکھنے آتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اُن کا نونہال اب تو کچھ بڑا ہو گیا ہے۔ اور باتیں بھی خوب سمجھنے لگا ہے۔ تب وہ اپنی ایک پرانی رؤیا بیٹے کو سناتے ہیں جس میں وہ اپنے لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں ذبح کرتے دیکھتے ہیں۔ ذہین اور اعلیٰ درجہ کی روحانی تربیت سے فیضیاب بچہ اس رؤیا کو حکم خدا اور مرضی خدا سمجھتے ہوئے

یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

کے قرآنی الفاظ میں تسلیم و رضا کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے ——— اور عجیب بات یہ ہے کہ رضاء الٰہی کے حصول کی خاطر ایک طرف تو باپ خود اپنے ہاتھ سے اپنے لختِ جگر کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ تو دوسری طرف فرمانبردار بیٹا اس کام کی تکمیل کے لئے ذرہ بھر پس و پیش نہیں کرتا۔ بلکہ اطاعت و فرمانبرداری کا وہ نمونہ دکھاتا ہے کہ تیز چھری کے سامنے اپنی گردن تک کو خوشی خوشی ڈال دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے ———!!

عین اُسی وقت ابراہیم علیہ السلام کو الہامِ الٰہی سے نوازا جاتا ہے کہ اسمٰعیل کو قربان کرنے کی شرط تو ایک اور پہلو سے تم پہلے ہی پوری کر چکے جب کہ ان کی زندگی ہی میں تم انہیں بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ گئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ ایک ایک دن میں اور ایک ایک رات میں نہ جانے کتنی بار اسمٰعیل قربان ہو سکتے تھے اور اُن کی ماں نے نہ جانے کتنی بار تسلیم و رضاء الٰہی کا اعلیٰ اور پاک نمونہ زبانِ حال سے پیش کیا تھا ———

عید قربان

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل دریش

مسلمانوں کو مژدہ ہو کہ آئی عید قربانی
وہ قربانی کہ جس کی قدر ابراہیم نے جانی

نہ ماتھے پر کبھی بل آیا نہ دل میں کچھ خلل آیا
چھری رکھ دی گلے پر اپنے بیٹے کے بہ آسانی

ہوا خنجر بکف ابا۔ سرِ تسلیم خم بیٹا!
خدا کی بات دونوں نے بپیشِ حکم جھٹ مانی

اطاعت اس کو کہتے ہیں وفاداری یہ ہوتی ہے
کیا کرتے ہیں یوں تعمیلِ ارشاداتِ ربانی

خدا کا حکم جو بھی ہو دل و جان سے بجا لاؤ
اسی کا نام ہے اکمل حقیقت میں مسلمانی

خطبہ جمعہ

ہمیشہ غور کرتے رہو کہ ایمان کی جو علامتیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں کیا وہ تم میں موجود ہیں؟

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۲۸ر جولائی ۱۹۲۲ء

اومن کان میتاً فاحیینٰہ وجعلنا لہٗ نوراً یمشی بہٖ فی الناس کمن مثلہٗ فی الظلمٰت لیس بخارج منہا کذالک زین للکٰفرین ما کانوا یعملون۔

دنیا میں ہر چیز اپنے ساتھ کچھ علامتیں رکھتی ہے اگر وہ علامتیں نہ ہوں تو تمام کارخانۂ عالم درہم برہم ہو جاتے۔ مثلاً موٹی علامت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے

شکلوں میں اختلاف

رکھا ہے اگر سب انسانوں کی ایک سی شکل ہوتی تو کس طرح بچے پہچانتے کہ ان کی مائیں کونسی ہیں اور کس طرح مائیں اپنے بچوں کو پہچانتیں۔ خاوند اپنی بیوی کو نہ پہچان سکتا اور بیوی اپنے خاوند کو نہ پہچان سکتی۔ اسی طرح تمام دنیا کے کاروبار میں گڑبڑ پڑ جاتی ہے۔ چونکہ ہر بچہ کی شکل ایک سی ہوتی۔ اس لئے جب بچہ ماں سے جدا ہو جاتا تو پھر کوئی پتہ نہ لگتا کہ کہاں گیا ہے اور جب بچہ جدا ہو جاتا تو اسے کوئی پتہ نہ لگتا کہ کون اس کی ماں ہے اسی طرح جب عورتوں کی شکل ایک سی ہوتی تو بچہ کو کیونکر پتہ لگتا کہ فلاں میری ماں ہے اور ماں کو کیونکر پتہ لگتا کہ فلاں میرا بچہ ہے۔ اسی طرح جب سب مردوں کی شکل ایک سی ہوتی اور سب عورتوں کی ایک سی تو مرد کس طرح پہچانتے کہ یہ ان کی بیویاں ہیں اور بیویاں کس طرح پہچانتیں کہ یہ ان کے خاوند ہیں۔ اسی طرح یہ کس طرح معلوم ہو سکتا کہ فلاں بھائی ہے اور فلاں دشمن۔ ایک نے کسی کو مارا۔ جب تک مارتا رہا اس وقت تک تو معلوم ہوا کہ یہ دشمن ہے۔ لیکن جب وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا پھر پتہ نہ رہتا کہ کون تھا۔ لیکن شکلوں کا مختلف ہونا ایسی علامت ہے کہ اس سے انسان پہچان سکتا ہے کہ یہ دشمن ہے اور یہ دوست ہے۔ شکلوں کے علاوہ

رنگوں کا فرق

خدا نے رکھا ہے۔ رنگ بھی شناخت میں مددگار ہوتے ہیں۔ گو ہم کالے گورے۔ زرد۔ سرخ وغیرہ مختلف طور کے رنگوں کے نام رکھتے ہیں لیکن اگر دیکھا جائے تو ہر آدمی کا رنگ دوسرے سے جدا ہوتا ہے نہ سارے کالے ایک سے کالے ہوتے ہیں اور نہ سارے گورے ایک سے گورے نہ سارے زرد ایک سے زرد ہوتے ہیں۔ نہ سارے سرخ ایک سے سرخ ہوتے ہیں۔ ان میں باریک فرق بھی ہوتے ہیں اور کھلے فرق بھی۔ بہرحال ایک رنگ کے دو انسان نہیں ہوتے کچھ نہ کچھ فرق ان کے رنگوں میں ضرور ہوتا ہے۔ تو رنگ بھی علامتیں ہیں جن سے پہچانا جاتا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں رنگوں سے اور طرح بھی پہچانا جاتا ہے۔ اگر آدمی کا رنگ نہ پہچانا جا سکے تو وہ رنگ خدا نے بنائے ہیں جو پہنے ہیں مدد دیتے ہیں۔ یوں تو چھ سات ہی رنگ ہیں مثلاً کالا۔ نسواری۔ زرد۔ سبز۔ سفید۔ سرخ وغیرہ جو مرد استعمال کرتے ہیں۔ عورتوں کے استعمال میں زیادہ رنگ آتے ہیں۔ لیکن مردوں کے یہ چند رنگ ہیں۔ مگر کروڑوں آدمی ہیں جن میں ان رنگوں کی وجہ سے امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ ان رنگوں میں سے کوئی ہلکا استعمال کرتا ہے۔ کوئی زیادہ۔ کسی کی پگڑی اور رنگ کی ہوتی ہے کسی کی قمیص اور رنگ کی۔ کسی کا پاجامہ اور رنگ کا ہوتا ہے۔ کسی کا کوٹ اور رنگ کا۔ اور جتنے آدمی یہاں بیٹھے ہیں۔ اگر انہی کو دیکھا جائے تو جو رنگ انہوں نے استعمال کئے ہیں وہ پانچ سات ہی ہوں گے مگر پھر بھی ان میں فرق ہوگا اور اس سے ہر ایک الگ الگ پہچانا جا سکتا ہے پھر

پہچاننے کی اور علامتیں

ہیں۔ مثلاً بیٹھنے۔ چلنے۔ کھڑے ہونے کی طرز بھی ہوتی ہے۔ کوئی شخص دور جا رہا ہو تو اس کی چال دیکھ کر معلوم کر لیا جاتا ہے کہ فلاں ہے پھر آوازوں میں فرق ہے۔ غرض اتنے فرق ہیں جن کے ذریعہ انسانوں کو پہچانا جاتا ہے اور ان کے علاوہ ایسے معمولی معمولی فرق بھی ہیں کہ اگر پوچھو فلاں اور فلاں میں کیا فرق ہے تو اکثر آدمی نہیں بتلا سکیں گے لیکن ان کی آنکھیں کان اور چھونے کی قوت جب عمل میں لائی جائے گی تو بتا دیں گے کہ ان میں فرق ہے یہ فلاں ہے اور یہ فلاں۔

یہ تو میں نے بڑی چیزوں کے متعلق بتایا ہے۔

چھوٹی چیزوں کے متعلق

بھی دیکھو۔ تو ان میں بھی فرق ہوتا ہے۔ جیسا جانوروں کو دیکھ کر بتا سکتا ہے کہ ان میں فرق ہے۔ یہ اچھے ہیں اور یہ خراب۔ سبزی فروش سبزی کو دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ یہ اچھی ہے اور یہ بری۔ میوے والے میووں کو دیکھ کر بتا سکتے کہ یہ اچھے ہیں اور یہ برے۔ تو نہ صرف اپنے متعلق بلکہ دوسری چیزوں کے متعلق بھی انسان فرق جانتا اور ان کو پہچان سکتا ہے ورنہ اگر آم کو اور خربوزے کی شکل مختلف نہ ہوتی تو جب آم کو دل چاہتا انسان ساری دنیا کے میوے کھا کر کھاتا تب آم کو معلوم کر سکتا مگر ہم کہتے ہیں یہ آم ہے تو ایک علامت سے۔ اگر یہ بھی سب میووں کا ایک سا ہوتا تو پھر کس طرح کوئی آم کو پہچان سکتا کہ یہ آم ہے اور کس طرح خربوزے کو معلوم کر سکتا کہ یہ خربوزہ ہے پھر ڈاکٹر کو پتہ نہ لگ سکتا کہ سنکھیا کیا ہے اور کونین کیا۔ ایک کو تپ کی دوا کے طور پر کونین دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ سنکھیا اور کونین کی شکل ایک سی ہوتی۔ [illegible] سنکھیا دے دیتا۔

لیکن یہ علامتیں ہی ہیں جن سے ایک دوسری چیز میں امتیاز کیا جاتا ہے اور ایسا امتیاز کہ

کوئی دو چیزیں ایک سی نہیں

ہو سکتیں۔ باپ بیٹے میں بڑا تعلق ہوتا ہے مگر وہ بھی الگ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ ماں بیٹی میں بھی فرق ہوتا ہے۔ بڑی بڑی شکلیں ملتی ہیں اگر ان کی شکلیں حد سے حد ملتی ہیں ان میں بھی فرق ہوتا ہے پس بات یہ ہے کہ کوئی چیز علامت کے بغیر نہیں۔ جب یہ بات ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو

سب سے زیادہ قیمتی چیز

ہے یعنی ایمان۔ کیا وہی بے علامت ہے۔ خربوزہ کو دل چاہتا ہے تو انسان جاتا ہے اور پہچان لیتا ہے۔ گندم خریدنا چاہتا ہے تو جاتا ہے اور پہچان لیتا ہے۔ یہ نہیں کہ چنے اور گندم کی شکل ایک جیسی ہو۔ گندم اور چنے میں امتیاز نہ کر سکتا ہو۔ اسی طرح اگر ماش خریدنا چاہتا ہے تو جاتا ہے اور پہچان لیتا ہے۔ یہ نہیں کہ ماش اور چنے کی شکل ایک جیسی ہو۔ اب جبکہ خدا نے گیہوں۔ جو۔ چنے۔ آم۔ خربوزہ کے پہچاننے کے لئے علامتیں رکھی ہیں آدمیوں کے لئے علامتیں رکھی ہیں تو کیا اگر نہیں رکھیں تو ایمان کے لئے ہی نہیں رکھیں۔ جو سب سے زیادہ ضروری اور قیمتی چیز ہے کبھی عقل اسباب کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ خدا نے ہر چیز کی علامتیں رکھی ہوں مگر ایمان کے لئے کوئی علامت نہ رکھی ہو۔ حقیقت انسان کا ذہن اس بات کو سوچ بھی نہیں سکتا اور اس کا دماغ اس بات کو برداشت ہی نہیں کر سکتا کہ ایسا ہو سکے کہ یہ کہا گیا ہو۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے

اومن کان میتاً فاحیینٰہ وجعلنا لہٗ نوراً یمشی بہٖ فی الناس کمن مثلہٗ فی الظلمٰت لیس بخارج منہا کذالک زین للکٰفرین ما کانوا یعملون (۶-۱۲۲)

فرمایا کوئی عقل کی بات کرو کوئی انسان اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ ایک شخص جس میں ایمان ہو۔ اور ایک جس میں کفر ہو۔ ان کی ایک جیسی شکلیں ہوں اور ان میں کوئی فرق نہ ہو۔ موٹی موٹی چیزوں میں تو فرق ہو اور ان کو پہچاننے کی علامتیں ہوں لیکن جو اعلیٰ سے اعلیٰ ہے اس کی شناخت کا ذریعہ نہ ہو۔ اگر اس کی شناخت نہ ہو سکے گی تو کوئی اسے حاصل کس طرح کرے گا۔ اب گیہوں کی ضرورت ہو تو چونکہ اسے پہچانتے ہیں اس لئے لے آتے ہیں۔ لیکن اگر گیہوں کو نہ پہچانتے تو پھر کس طرح لیتے دنیا کی ساری چیزیں خریدتے تب کہیں گیہوں ملتے۔ اسی طرح اگر ایمان کی شناخت کی کوئی علامت نہیں رکھی گئی تو اس کے لئے انسان سارے مذہب قبول کرتا تب اسے ایمان کا پتہ ملتا۔ کبھی وہ عیسائی ہوتا۔ اس میں ایمان نہ ملتا تو ہندو بنتا۔ پھر یہودی بنتا۔ اسی طرح ہزاروں لاکھوں جو مذاہب ہیں انہیں اختیار کرتا مگر نہیں پرکھتا جیسے بہت سے شربت پڑے ہوں مگر ان کی خوشبو اڑ گئی ہو تو ہر ایک کو چکھ کر کوئی ایک شربت انتخاب کیا جا سکتا ہے اسی طرح وہ بھی ہر روز مذہب بدلتا۔ اور اس طرح ایمان کو تلاش کرتا۔ اور اسے کچھ نہ ملتا اور ممکن ہوتا کہ اس کا پتہ تو لگ جاتا لیکن جب اس پر عمل کرنے کا زمانہ آتا تو مر جاتا اور العیاذ باللہ۔

انسان کی حالت خطرہ میں

ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے اس لئے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک جو مردہ ہوا اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا ایمان کی علامت یہ ہے کہ انسان زندہ ہو جاتا ہے اور ایک اندھیرے میں دکھ اور تکلیف میں ہو یہ دونوں برابر ہوں۔

ظلمات کے معنی موت کے بھی ہیں۔ کہ قبر میں جب انسان جاتا ہے تو تاریکی میں ہوتا ہے اس آیت سے مراد [illegible] ہے جو مردہ تھا اسے زندہ کر دیا۔ اور ایک وہ ہے جو اندھیرے میں جا پڑا۔ جہاں سے نکل نہیں سکتا یعنی وہ مر گیا۔

اور

قبر میں دفن ہے

ایک کی تو یہ حالت ہے۔ اور دوسرے کی یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں شمع ہے جس سے وہ آپ ہی روشنی میں نہیں ہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی روشنی دکھاتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ کوئی بھی دنیا میں ایسا انسان نہیں ہوگا جو یہ کہے کہ ایک ایسا شخص ہو جس کے ہاتھ میں مشعل ہو۔ جس سے اندھیری رات میں لوگوں کو راستہ دکھاتا ہے۔ اور ایک ایسا ہو جو مٹی میں دفن ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ ایک بچہ بھی جو ابھی بولنے لگا ہو۔ وہ بھی ان میں فرق کر سکے گا۔ اگر اسے کہو کہ یہ آدمی تمہیں گھر چھوڑ آئے۔ یا یہ خبر والا۔ تو وہ یہی کہے گا کہ یہ آدمی چھوڑ آئے۔ پس جس طرح ان میں فرق ہے۔ اسی طرح مومن اور کافر میں فرق ہے۔

مردہ اور زندہ میں کیا فرق ہوتا ہے

یہ کہ زندہ ترقی کرتا ہے۔ اور مردہ تنزل کرتا ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ مردہ کو اگر کوئی نقصان پہنچائے تو اسے دور نہیں کر سکتا۔ لیکن زندہ اپنے نقصان کے علاوہ دوسروں کے نقصان کو بھی دور کر سکتا ہے۔

مومن اور کافر میں بھی یہی فرق ہوتا ہے کافر کی حالت نہیں بدلتی۔ اگر بدلے تو برائی کی طرف ہی جاتی ہے جیسے مردہ کی حالت بدلے گی تو بدبو ہی پیدا ہوگی۔ مگر زندہ ترقی کرتا ہے۔ غرض یہی حالت مومن اور کافر کی ہوتی ہے۔

مومن ترقی کرتا ہے

اور کافر گرتا ہے۔ پھر یہ فرق ہے کہ کافر اپنے آپ کو بھی نقصان سے نہیں بچا سکتا۔ مگر مومن دوسروں کو بھی بچا لیتا ہے۔ کافر کے گرنے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کل اگر اس کے اخلاق برے تھے تو آج اور بدتر ہوں گے۔ کل اگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ تو آج اور بھی اسلام قبول کرنے سے دور ہوگا۔ مگر مومن کا تعلق روز بروز خدا تعالیٰ سے بڑھتا جاتا ہے۔ کوئی عمر نہیں گزرتا کہ پہلے کی نسبت اور خدا تعالیٰ کے نزدیک نہ ہوتا ہو۔ یہ

مومن اور کافر میں فرق

ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایک اور فرق مومن اور کافر میں یہ بیان کرتا ہے کہ جعلنا له نورا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو نور ملتا ہے علاوہ اس کے کہ وہ خود لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں کہ وہ لوگوں کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لا سکتا ہے۔ اس کو ایسا دماغ مل جاتا ہے کہ باریک سے باریک اور مخفی سے مخفی باتیں اس پر کھلتی جاتی ہیں۔ کوئی معمہ نہیں ہوتا جسے وہ حل نہ کر سکے اور کوئی مشکل نہیں ہوتی جو اسے

پڑھا سان کردے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نور ملتا ہے۔ پھر نور کوئے کر الگ تھلگ نہیں رہتا۔ بلکہ یمشی بہٖ فی الناس کو لے کر لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔

تو یہ تین باتیں مومن میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ ترقی کرتا ہے۔ دوم یہ کہ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ سوم یہ کہ خدا کی طرف سے ایسے سامان دیئے جاتے ہیں کہ جو اس کی مدد کرتے ہیں۔ جب کوئی کام کرنے نکلتا ہے تو فوراً

خدا کی طرف سے مدد

پہنچتی ہے۔

اگر یہ باتیں کسی میں پائی جاتی ہیں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اس میں ایمان ہے۔ اور اگر نہیں پائی جاتیں تو ایمان نہیں۔ درمیان کوئی رستہ ہی نہیں۔ یا تو انسان مومن ہوگا یا کافر۔ زندہ ہوگا یا مردہ۔ ہاں جس طرح زندگی میں فرق ہوتا ہے۔ کسی کی اعلیٰ ہوتی ہے کسی کی ادنیٰ۔ اسی طرح کوئی اعلیٰ درجہ کا مومن ہوتا ہے کوئی ادنیٰ درجہ کا۔ کوئی بڑا کافر ہوتا ہے کوئی چھوٹا جس طرح مردوں میں بھی فرق ہوتا ہے کوئی تازہ مرا ہوا ہوتا ہے کوئی دیر کا۔

اب میں

دوستوں سے سوال

کرتا ہوں۔ کہ یہ جو علامتیں ہیں۔ اور جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کا فقدان کفر ہے یہ ان میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ یعنی اول یہ کہ ان میں نمو اور ترقی کی طاقت ہے؟ اور ان کا قدم آگے پڑتا ہے؟ دوسرے وہ مردہ کی طرح تو نہیں پڑے رہتے۔ بلکہ دنیا میں کام کرنے والے ہیں۔ یہ علامت معلوم کرنے کے لئے اس بات پر غور کرو کہ تم جاتے ہو ایسے ہو کہ کچھ کام کرتے ہو یا ایسے ہو کہ مر جاؤ۔ تو کسی کو تمہارا غیاب ہی محسوس نہ ہو۔ ایک شاعر نے دنیا میں مفید زندگی بسر کرنے کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے

انت الذی ولدتك امك باكيا
والناس حولك يضحكون سرورا

تکون عند موتك يضحكون سرورا

کہ جب تو پیدا ہوا تھا۔ اس وقت تو رو رہا تھا جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو چونکہ تنگ جگہ سے نکلتا ہے۔ اس کے سر اور جسم پر دباؤ پڑتا ہے۔ اس لئے روتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ جب پیدا ہوا تھا تو تو رو رہا تھا۔ اور لوگ اس موقعہ پر ہنس رہے تھے۔ ایسی حالت میں تیری پیدائش ہوئی تھی۔ اب تو ایسے عمل کر جب تو مرتا ہو تو تو خوش ہو کہ خدا سے ملنے چلا ہوں اور لوگ رو رہے ہوں۔ کہ اس سے جو فائدہ پہنچ رہے تھے۔ ان سے محروم ہو گئے یہ تیرا بہترین جب تو پیدا ہوا تھا۔ تو رو رہا تھا اور لوگ ہنستے تھے۔ اب ان سے

بدلہ لے اور وہ اس طرح کہ ایسے اچھے عمل کر کہ جب مرنے لگے تو دنیا تم پر روئے کہ اب کیا ہوگا۔ مگر تو ہنس رہا ہو کہ خدا کے پاس جا رہا ہوں۔

حیات کی علامت

یہی ہے کہ کام کرنے والی چیز اپنی جگہ سے ہل جائے۔ تو نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ ستون ہے مسجد اقصیٰ کے برآمدے کا ایک ستون جو کام دے رہا ہے۔ اس کے ساتھ اگر کوئی اور لکڑی کھڑی کر دی جائے تو وہ بھی کھڑی تو نظر آئے گی۔ لیکن اگر اسے ہٹا دیا جائے تو کوئی نقص واقع نہیں ہوگا۔ اگر اس ستون کو ہٹا لیا جائے تو نقص پیدا ہو جائے گا۔ غرض کام کرنے والے کی یہ علامت ہوتی ہے۔ کہ اگر اسے ہٹا دیا جائے۔ تو نقص پیدا ہو جائے۔ جب تک نیا آدمی اس کام کو سنبھال نہ لے یہ قوت فعلیہ ہوتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ خدا کی طرف سے مدد آجاتی ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاحییناہ ہم نے اس کو زندہ کیا۔ اس لئے اسے مدد بھی خود دیتا ہے خواہ ساری دنیا مخالف ہو۔ وہ اپنا راستہ پا لیتا ہے کیونکہ اس کے پاس خدا تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی ہوتی ہے۔ یا ساری دنیا ڈوب رہی ہو وہ اس شمع کی روشنی سے محفوظ ہوتا ہے اور دوسروں کو محفوظ کرتا ہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ روشنی ہر مومن میں حسب

مراتب ہوتی ہے۔

دیکھو آم کے لئے جس طرح گٹھلی رس اور چھلکا کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ایمان کے لئے

تینوں باتوں کی ضرورت

ہے۔ آگے جس طرح بڑے آم کا چھلکا بڑا زیادہ رس اور بڑی گٹھلی ہوتی ہے۔ اسی طرح جس میں زیادہ ایمان ہوگا۔ یہ باتیں بھی زیادہ پائی جائیں گی۔ لیکن ایمان کے لئے یہ ضروری ہیں۔ کہ خدا سے تعلق بڑھ رہا ہو کچھ کام کا سنبھالا اس پر ہو خدا کی تائید خواہ تھوڑی ہو۔ مگر ہو ضرور۔ زیادہ روشنی اچھی ہوتی ہے۔ لیکن تھوڑی بھی کام دے جاتی ہے۔

پس یہ تینوں علامتیں خواہ تھوڑی ہوں مگر ہونی چاہئیں۔ میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ دیکھیں۔ کیا یہ ان میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ اگر کسی میں نہیں۔ تو وہ سمجھے کہ وہ کفر کے زیادہ قریب ہے۔ بہ نسبت ایمان کے۔ اور اگر پائی جاتی ہیں۔ تو ان میں اور ترقی کرے۔

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ایمان کی یہ علامتیں پیدا کریں۔ اپنا

نور اور روشنی

دے جس سے ہم فائدہ اٹھائیں۔

(الفضل مورخہ ۲۴ ۴/۶۳)

جنوبی ہند کا تبلیغی و تربیتی دورہ

مدراس میں دو ۲ تبلیغی جلسے

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس
بوساطت نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان

مدراس میں تبلیغی وفد کی آمد | حسب پروگرام مندرجہ بدر تبلیغی وفد جو مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی، مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ میسور سٹیٹ اور خاکسار امینی پر مشتمل تھا) ۶ اپریل کی شب کو بنگلور سے روانہ ہو کر ۷ اپریل کی صبح کو مدراس پہنچا۔ اسٹیشن پر احباب کرام نے اراکین وفد کا استقبال کیا۔ اراکین اسلامک سنٹر میں قیام پذیر ہوئے۔

اسلامک سنٹر میں تبلیغی جلسہ | جماعت احمدیہ مدراس نے اپنے ساتویں جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں مورخہ ۷ اپریل کی شام کو اسلامک سنٹر میں اور مورخہ ۸ اپریل کی شب کو میلاپور میں تبلیغی جلسوں کے انعقاد کا پروگرام بنایا تھا۔ جلسوں کے انعقاد کا اعلان پوسٹروں اور اخبار "آزاد نوجوان" کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ حسب پروگرام ۷ اپریل کی شام کو بعد نماز مغرب "اسلامک سنٹر" کے صحن میں پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی صدارت جناب خان بہادر پروفیسر مولوی محمد صاحب ایم۔ اے نے فرمائی۔ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جو مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ سلسلہ نے کی۔ بعدہٗ مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان نے انگریزی زبان میں تعارفی تقریر کی۔ جس میں جماعت احمدیہ مدراس کے ساتویں سالانہ جلسے کے اغراض و مقاصد کو بیان کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششوں سے احباب کو روشناس کروایا نیز اس امر کی بھی وضاحت کی کہ جماعت احمدیہ کوئی سیاسی جماعت نہیں۔ یہ ایک خالص مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے۔ قانون کی پابندی کرتے ہوئے اور اپنے ملک سے وفاداری کرتے ہوئے خدمت دین اور اشاعت اسلام کرنا احمدیوں کا طغرائے امتیاز ہے۔ اپنی تقریر کے آخر میں آپ نے ان مبلغین کرام کا حاضرین سے تعارف کروایا جو اس اجلاس میں تقریر کرنے والے تھے۔

صدر جلسہ نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ یہ مبلغین کرام جنوبی ہند کا تبلیغی دورہ کرتے ہوئے مدراس پہنچے ہیں۔ ہر جگہ انہوں نے فضائل اسلام اور خصوصیات جماعت احمدیہ پر تقاریر کیں۔ آج بھی وہ اپنی تقریروں میں بیان فرمائیں گے کہ جماعت احمدیہ کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں؟ اور یہ جماعت کس رنگ میں خدمت دین اور اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے۔

بعد ازاں مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی نے "موجودہ مشکلات کا حل" کے موضوع پر قریباً ایک گھنٹہ تقریر فرمائی۔ آپ نے اس امر کی وضاحت فرمائی۔ کہ مذہب اسلام کی رو سے مذہب اور سائنس میں کوئی اختلاف و تصادم نہیں۔ مذہب خدا تعالیٰ کا قول ہے تو نیچر خدا کا فعل۔ خدا کے قول و فعل میں مطابقت ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے تذکرہ کیا۔ کہ اسلام میں بے شمار مفکرین۔ اطباء، حکماء اور سائنس دان ہوئے ہیں۔ جو ازمنہ وسطیٰ میں دنیا کی علمی میدان میں رہنمائی کرتے تھے۔ جب تک مسلمانوں میں تدبر و تفکر کی عادت تھی اور اُن کے اندر عزم و ولولہ اور کام کرنے کا شوق تھا۔ وہ ترقی کرتے رہے۔ آج ان پر جمود کی حالت طاری ہے کیونکہ وہ مذکورہ بالا صفات سے خالی ہیں۔ اگر آج بھی وہ اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کریں۔ تو پھر وہ ہر علمی اور سیاسی میدان میں ترقی کر سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ اس زمانہ میں ان علمی و تحقیقاتی اقدار کو اُجاگر کر رہی ہے۔ اور ہر ملک میں اپنے مشن قائم کر کے اسلامی تعلیمات کو پھیلا رہی ہے۔ اور یہ امر باعث خوشی ہے کہ اس مذہبی اور علمی میدان میں اللہ تعالیٰ نے اُسے کامیابی عطا فرما رہا ہے۔

دوسری تقریر مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ نے فرمائی۔ آپ کی تقریر کا موضوع "حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا مقدس مشن" تھا۔ آپ نے نہایت شرح و بسط سے جماعت احمدیہ کے اُن تبلیغی کارناموں کا ذکر کیا جو اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ دنیا میں سر انجام دے رہی ہے۔ قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم۔ مساجد کی تعمیر، مشنوں کا قیام اور مبلغین کی تبلیغ اور خوشکن مساعی کا آپ نے مؤثر انداز میں ذکر فرمایا اور بتلایا کہ بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد احیائے دین اور قیام شریعت اسلامیہ ہے۔ صرف جماعت احمدیہ ہی ایک واجب الاطاعت امام کے ہاتھ پر جمع ہو کر ایک تنظیم کے ماتحت اشاعت اسلام کا فریضہ دنیا بھر میں بجا لا رہی ہے جس کا اعتراف ہمارے مخالفین کو بھی ہے۔

اس اجلاس کی آخری تقریر خاکسار شریف احمد امینی کی تھی۔ میری تقریر کا موضوع "قرآن مجید کی پیشگوئیاں" تجویز کیا گیا تھا۔ اس تقریر میں خاکسار نے قرآن مجید کی صرف ایک پیشگوئی کا ذکر کیا۔ "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه" اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی اسلامی نظام کے خلاف کوئی اور نظام دنیا میں قائم کرنے کی کوشش کرے گا وہ بارگاہ الٰہی میں مقبول نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وہ انسانی نظام پائیداری حاصل کر سکے گا کیونکہ وہ انسانی نظام خالق فطرت کے نظام کے خلاف ہوگا۔ لہذا اُس نظام کو بھی قبولیت حاصل نہ ہو سکے گی۔ مثلاً ہٹلر کا پیش کردہ نظام "نازی ازم" اور مسولینی کا پیش کردہ نظام "فاسزم" خود ان ملکوں کے لیڈروں کی تباہی اور ملکوں کی بربادی کا باعث ہوا۔ اور اسی طرح دوسرے نظاموں کا حال ہوگا چنانچہ دنیا کسی نہ کسی رنگ میں اور کسی نہ کسی نام کے تحت اسلامی نظام کو اپنا رہی ہے۔ جس کی بنیاد مساوات نسل انسانی پر ہے۔ آج یو۔ این۔ او کا (Human Right charter) "حقوق انسانی کا منشور" ہندوستان کا آئین۔ اور ہندو کوڈ بل وغیرہ اس پر شاہد ناطق ہیں۔ کہ دنیا اپنی سیاسی، سماجی اور اخلاقی مشکلات کا حل تعلیمات اسلامی کو اپنانے ہی میں محسوس کرتی ہے۔

دنیا کو آج امن کی تلاش ہے جنگ کے خطرات سائنس کی ایجادات اور حیرت انگیز ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ امن ایٹم بم یا ہائیڈروجن بم سے قائم نہیں ہوگا۔ بلکہ امن کا قیام تعلیمات اسلام کے جاری اور ساری ہونے کے نتیجہ میں ہوگا خود "دین اسلام" کے نام میں ہی امن و صلح کے قیام کا راز مضمر ہے

تقریر کے آخری حصہ میں خاکسار نے اپنے ملک میں "نیشنل انٹگریشن" کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ جس چیز کی ضرورت اب ہمارے ملکی رہنماؤں کو محسوس ہو رہی ہے۔ اُس کی طرف آج سے چھپن سال قبل ۱۹۰۸ء میں "پیغام صلح" میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے ہم وطن بھائیوں کو توجہ دلائی تھی۔ کہ ہندو مسلمان آپس میں صلح کریں اور صلح بھی ایسی بنیادوں پر ہو۔ کہ ہر قوم ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں مذہبی کتب اور مذہبی عبادت گاہوں کی صدق دل سے تعظیم کرے۔ اسی سے ایک پائیدار امن کی بنیاد قائم ہوگی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ "پیغام صلح" بھی تعلیمات اسلامی پر ہی مبنی تھا۔ آج ہمارے ملکی لیڈروں کا قومی یکجہتی اور جذباتی ہم آہنگی کی تحریک پیش کرنا خود قرآن مجید کی پیشگوئی کی تصدیق ہے کہ کوئی داخلی یا خارجی تعلق قائم نہیں ہو سکتا جب تک تعلیمات اسلامی کو اُس کی بنیاد نہ بنایا جائے۔ امید ہے اہل وطن اسلام اور احمدیت کی تعلیمات کا مطالعہ کریں گے تاکہ دونوں ملکوں اور اہل وطن میں پائیدار امن و صلح قائم ہو۔

یہ اجلاس قریباً ۱۰ بجے شب تک جاری رہا۔ لاؤڈ سپیکر اور مستورات کے لئے پردہ کا انتظام تھا۔ آخر میں صدر محترم نے دعا کے بعد جلسہ کے اختتام پذیر ہونے کا اعلان فرمایا جلسے کے اختتام پر انگریزی، اردو۔ اور تامل لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

میلاپور میں جلسہ | حسب اعلان ۸ اپریل بعد نماز مغرب میلاپور میں مکرم حسن محی الدین صاحب سیکرٹری تبلیغ کے مکان پر جماعت احمدیہ کا دوسرا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت کے فرائض خاکسار شریف احمد امینی نے انجام دیئے۔ اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جو مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ سلسلہ نے خوش الحانی سے فرمائی۔ تلاوت کلام پاک کے بعد مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان نے انگریزی میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ احمدیت حقیقی اسلام ہی کا دوسرا نام ہے۔ اسلام کی تعلیمات عالمگیر اور ساری نسل انسانی کے لئے ہیں۔ اسلام نے خدا کو "رب العالمین" کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو "رحمۃ للعالمین" کے رنگ میں۔ اسلامی تعلیمات کی رُو سے ہر شخص ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ کے انعامات اور برکتوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اور آج بانی سلسلہ احمدیہ نے اسلام کی اس زندگی کو ثابت کرنے کے لئے اپنے وجود کو پیش کیا کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے اور آنحضرت صلعم کی اتباع کرنے کی برکت سے مجھے اس زمانہ کا مہدی اور مسیح بنایا ہے۔ خدا آج بھی ہم سے کلام کرتا ہے اور ہماری دعاؤں کو سنتا ہے۔ آپ نے حاضرین سے اپیل کی کہ وہ اس زندہ مذہب کا مطالعہ کریں۔ تاکہ ان کو دینی اور دنیوی برکات حاصل ہوں۔

دوسری تقریر مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی نے "احمدیت۔ اور خدمت اسلام" کے موضوع پر فرمائی۔ جس میں مسلمانوں کی ابتدائی ترقی اور پھر موجودہ تنزل و ادبار کی حالت کا وضاحت سے ذکر کیا۔ اس ضمن میں آپ نے اُن پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے موجودہ زمانہ کے بارہ میں بیان فرمائی تھیں۔ اور بتایا کہ اب اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اس زمانہ کے مامور ربانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے دامن سے وابستہ ہونے کے ساتھ ہی متعلق ہے۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ کی اشاعت اسلام کے لئے تبلیغی خدمات اور سرگرمیاں اس کی صداقت پر گواہ ہیں۔ لہذا ہمارے بھائی احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ کریں۔ تاکہ ان پر حق و صداقت واضح ہو۔ اور وہ مامور ربانی کی شناخت کی سعادت حاصل کر سکیں۔

اس کے بعد مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ سلسلہ نے "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بانی سلسلہ احمدیہ کا عشق" کے موضوع پر نہایت ہی مؤثر انداز میں تقریر فرمائی۔ آپ نے دوران تقریر میں حضرت بانی سلسلہ

احمدیہ کا عربی۔ فارسی اور اُردو کلام بطور ثبوت شہادت پیش فرمایا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ عاشق محمدی صلعم میں سرشار ہیں۔ اور آپ کو جو برکات وغیرہ حاصل ہوئے وہ آنحضرت صلعم کا ہی طفیل اور فیضان ہیں۔

آخر میں خاکسار نے عرض کیا۔ کہ ہندوستان میں جب اسلامی سلطنت زوال پذیر ہو رہی تھی۔ عین اُسی زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے ایک فارسی الاصل شخص (حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی) کو حسب بشارات محمد عربی صلعم اسلام کی روحانی سلطنت کے قیام کیلئے مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت عین چودھویں صدی کے شروع میں ہوئی۔ اب تو اس صدی کا آخری حصہ ہے۔ اب تو ہمارے بھائیوں کو غور کرنا چاہیئے کہ اُن کا موعود مہدی اور مسیح اور اس صدی کا مجدد کہاں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنے والا عین وقت پر آچکا اور زمین و آسمان نے بھی اُس کی صداقت پر گواہی دے دی۔ جماعت کا اسلامی کردار لوگوں کے سامنے ہے۔ دوست و دشمن اشاعت اسلام کی اُن سرگرمیوں کے معترف ہیں جو آج جماعت احمدیہ دُنیا میں بجا لا رہی ہے اس لئے ہمارے بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ ان تبلیغی سرگرمیوں میں جماعت احمدیہ سے تعاون کریں اور مامور ربانی کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

اس اجلاس میں بھی لاؤڈ سپیکر اور مستورات کے لئے پردہ کا انتظام تھا۔ ۹½ بجے شب یہ اجلاس بعد دعا برخواست ہوا۔

مورخہ ۹ اپریل کی شب کو مکرم حکیم محمد دین صاحب شیموگہ کے لئے اور ۱۰ اپریل کی صبح کو مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب بمبئی کے لئے واپس روانہ ہوئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مبلغین کرام کی صحت اور تبلیغی مساعی میں برکت عطا فرمائے۔ اور ان مساعی کے نیک اور خوشکن نتائج ظاہر ہوں۔ آمین ثم آمین۔

تبلیغی وفد کی بنگلور میں مصروفیات

مکرم مرزا عبدالرحمٰن بیگ صاحب سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ جماعت احمدیہ

بنگلور

تبلیغی وفد جو مولوی شریف احمد صاحب امینی کی قیادت اور مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل، مولوی حکیم محمد دین صاحب پر مشتمل تھا پروگرام سے ایک روز قبل ہی یعنی جمعرات ۴ اپریل کی شام کو شیموگہ سے بنگلور پہنچا۔ احباب جماعت نے اسٹیشن پر استقبال اور گلپوشی کی۔ تب سکان دار الفضل پہنچایا گیا۔ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد احباب مامور ہوئے۔

جمعہ ۵ اپریل نماز کیلئے جماعت کی تقریباً تمام خواتین مرد اور بچیوں کے علاوہ چند غیر احمدی دوست بھی تشریف لائے۔ خطبہ جمعہ مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل نے پڑھا جس میں سورۃ والعصر کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے ایمان، عبادات، تبلیغی فرائض اور جماعتی ذمہ داریوں کو ایسے پرمعارف انداز میں بیان فرمایا کہ بعد میں سب ہی نے تعریف کی اور متاثر ہوئے۔

بعد نماز جمعہ تربیتی اجلاس کا آغاز زیر صدارت قائد وفد مولوی حکیم محمد دین صاحب فاضل کی پُرسوز اور دلآویز قرأت سے ہوا۔ مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل نے اپنے مخصوص انداز میں قبول احمدیت کے واقعات کو بیان فرمایا۔ اور احباب جماعت کو تلقین فرمائی کہ پیغام حق لوگوں تک پہنچانے میں غفلت نہ کریں۔ بہت سی سعید روحیں حق کو قبول کرنے کے لئے تڑپ رہی ہیں اور اپنے عملی نمونہ سے دوسروں کے لئے احمدیت میں جاذبیت پیدا کریں۔

بعدہٗ ایک نو احمدی دیہاتی دوست کا کمسن لڑکا عزیز ابوالوفا نے ایک زبانی مضمون سنایا جس میں احمدیت کی برکات کا مختصر ذکر کیا اور بتایا کہ احمدیوں کا ایک واجب الاطاعت امام ہے۔ ہمارا ایک مرکز ہے۔ ہمارا اپنا بیت المال ہے جس کے ذریعہ ساری دنیا میں منظم طور پر تبلیغ اسلام کرتے ہیں۔ دوسرے مسلمان ان برکات سے محروم ہیں۔ اس غیر متوقع مضمون کا حاضرین پر گہرا اثر ہوا۔ سبحان اللہ! جزاکم اللہ کے تحسین آمیز الفاظ سامعین کی زبان پر تھے۔ آخر میں حکیم محمد دین صاحب فاضل نے اپنی تقریر میں جماعت کو انکی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اور احمدیت کی روح کو اپنے میں پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔ صدر جلسہ نے احباب سمیت لمبی دعا فرمائی۔ اس طرح یہ علمی مجلس ساڑھے چار بجے ختم ہوئی۔

۶ بجے شام وفد کے اعزاز میں ایک عصرانہ ترتیب دیا گیا۔ جس میں احباب جماعت اپنے زیر تبلیغ دوستوں کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس طرح ایک دلچسپ ایمان افروز سوال و جواب کا موقع نکل آیا۔ اراکین وفد سوالات کے تسلی بخش جواب دیتے رہے اور یہ سلسلہ ۸½ بجے تک جاری رہا۔ رپورٹ۔ جلسہ عام اسلئے منعقد نہیں کیا جا سکا کہ یہاں مخالفت بہت ہے۔ جونہی جلسہ کا اعلان کیا جاتا ہے تمام مساجد میں یہ اعلان کروا دیا جاتا ہے کہ جو بھی احمدیوں کے جلسہ میں شریک ہوگا اس کا مقاطعہ کیا جائے گا۔ اس طرح جو زیر تبلیغ دوست عصرانہ میں آسکے وہ بھی شریک جلسہ نہ ہو سکتے تھے۔

غیر از جماعت دوستوں نے ان عالمانہ اور عام فہم جوابات سے مطمئن ہوئے۔ ٹریکٹ اور دوسرا لٹریچر بھی مطالعہ کے لئے لے گئے۔ اس طرح یہ تجربہ توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔ مغرب اور عشاء کی نماز میں بھی بعض غیر احمدی شامل ہوئے۔

بعدہٗ ۶ اپریل کو صبح دس بجے قائد وفد مولوی امینی صاحب سے ایک تعلیم یافتہ نوجوان کی ملاقات کرائی گئی۔ جو الیاس برنی صاحب کی کتاب سے متاثر تھے اور احمدیوں کو کافر سمجھتے تھے لیکن مدیر صاحب صدق جدید کے مضمون سے انکی کسی قدر غلط فہمی کم ہوئی۔ اور احمدیوں سے ان کے عقائد معلوم کرنا چاہتے تھے۔ باوجود امینی صاحب کی طبیعت ناساز ہونے کے دو گھنٹہ تک گفتگو فرمائی اور اپنے مخصوص انداز میں ایسے مدلل طریق پر اپنے عقائد کا اظہار فرمایا کہ اُٹھتے ہوئے اس نوجوان کو اقرار کرنا پڑا کہ صحیح اسلام اگر دنیا میں ہے تو وہ احمدیت ہی ہے مطالعہ کیلئے لٹریچر دیا گیا جماعت مقامی سے ربط قائم رکھنے کا وعدہ کرکے رخصت ہوئے خدا تعالےٰ انہیں قبولیت حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وقفہ سے استفادہ کی غرض سے سیکرٹری صاحبہ لجنہ اماء اللہ نے خواتین کا ایک اجلاس اپنے مکان پر منعقد فرمایا جس میں خواتین جماعت کے علاوہ غیر از جماعت مستورات نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مردانہ حصہ سے مولوی حکیم محمد دین صاحب فاضل کی پُرسوز اور دلگداز قرأت سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ سیکرٹری صاحبہ کی کمسن لڑکی عزیزہ رضوانہ نے زنانہ حصہ میں ترنم سے نظم سنائی۔ بعدہٗ مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل نے اپنی عالمانہ تقریر میں عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ عورتوں کو اسلام کا احسانمند ہونا چاہیئے کہ اس نے ان پر (عورتوں پر) احسان عظیم فرمایا کہ مردوں کے برابر درجہ عطا فرمایا۔ اسلام سے پہلے عورتوں کی حالت قابل رحم تھی نہ انہیں سوسائٹی میں کوئی قابل ذکر مقام حاصل نہ تھا مگر اللہ نے قرآن مجید میں جہاں مردوں کو مخاطب کیا ہے۔ وہاں عورتوں کو بھی مخاطب کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک سورۃ کا نام ہی النساء رکھا ہے۔ جس میں عورتوں کے مسائل کو ہی بیان فرمایا ہے۔ لیکن مردوں کے نام پر کوئی سورۃ نہیں ہے۔ غرض عورتوں کو اپنے اس اعزاز کا صحیح استعمال کرنا چاہیئے اور خدا تعالےٰ کا احسانمند ہونا چاہیئے کہ اس نے اسلام کے ذریعہ انہیں مردوں کے دوش بدوش لا کھڑا کر دیا ہے۔

مولوی حکیم محمد دین صاحب فاضل نے اپنی ناصحانہ تقریر میں مختصراً لجنہ اماء اللہ کے قیام اور فرائض تبلیغ و تربیت و تنظیم کی طرف توجہ دلائی۔

باوجود علالت کے خواتین کے اصرار پر مولوی شریف احمد صاحب امینی نے اپنی تقریر میں حضرت ہاجرہ رضؓ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے جس میں حضرت ابراہیمؑ نے ایک بے آب و گیاہ … میں چھوڑ کر جا رہے تھے تو حضرت ہاجرہ رضؓ نے یہ فرمایا تھا کہ اگر خدا تعالےٰ کے حکم سے آپ ہم کو یہاں چھوڑے جا رہے ہوں تو بیشک آپ شوق سے جائیں۔ خدا ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔ فرمایا ہماری خواتین کو حضرت ہاجرہ رضؓ جیسا ایمان اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔ پھر حضرت ہاجرہ رضؓ کی مجرد تربیت میں پرورش پایا ہوا حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جب خدا تعالےٰ کے حکم پر حضرت ابراہیمؑ اپنے اکلوتے لڑکے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے لے جا رہے تھے۔ تو حضرت اسمٰعیلؑ نے فرمایا تھا۔ ابا جان بے شک آپ خدا تعالےٰ کے حکم کی تعمیل فرمائیں آپ مجھے صابر پائیں گے ….. یہ سپرٹ حضرت ہاجرہ رضؓ کی تربیت کا نتیجہ تھی۔ ہماری خواتین کا بھی فرض ہے کہ اسی سپرٹ کو ہمارے بچوں میں پیدا کریں تا ان میں سے قربانیوں کی روح پیدا ہو جائے۔ احمدی خواتین کے ہاتھ میں ایک مقدس امانت سپرد کی گئی ہے۔ تمہاری اولاد صرف تمہاری اولاد نہیں ہے بلکہ اسلام اور احمدیت کا مستقبل تمہاری گود میں پرورش پا رہا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو تا آئندہ نسلیں تمہارے حق میں دعا کرتی رہیں۔ جس طرح آج بھی حضرت ہاجرہ رضؓ حضرت خدیجہ رضؓ۔ حضرت عائشہ رضؓ۔ حضرت فاطمہ رضؓ وغیرہ کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ موصوف کی تقریر کے بعد اراکین وفد اپنی قیام گاہ کو روانہ ہوئے اور خواتین کا جلسہ رہا۔

۷ اپریل کی شام کو وفد عازم مدراس ہوا۔ احباب جماعت نے گذارش کے بعد اپنی پُرنم آنکھوں سے وفد کو اسٹیشن پر خدا حافظ کہا۔ خدا تعالیٰ ہماری اور اراکین وفد کی مساعی کو قبول فرمائے۔ نیز اسلام اور احمدیت کے لئے بابرکت بنائے۔ آمین۔

دعائے مغفرت

مورخہ ۴ اپریل ۱۹۶۳ء مکرم عبدالسبحان صاحب نائب صدر جماعت احمدیہ رشی نگر کا بڑا لڑکا عبدالغنی سٹیٹ ہسپتال جموں میں بعمر ۲۲ سال فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم خادم سلسلہ و خادم قوم نیک اطوار جوان نوجوان تھا اپنے پیچھے بوڑھے والدین نوجوان بیوہ چھوڑ کر فوت ہوا۔ مرحوم موصی تھا اس کے جنازہ غائب پڑھا جائے اور قارئین بدر مرحوم کیلئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا کے ممنون فرمائیں۔

خاکسار غلام احمد شاہ احمدی مبلغ مقیم رشی نگر کشمیر

تبلیغی وتربیتی دورے کے تاثرات

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

ہم جب کسی شہر میں احمدیت کا ڈنکا بجاتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ اس وقت زمانے کے اقتضاؤں کو سمجھنے اور سمجھانے کا خوب موقعہ ملتا ہے۔ ہمارا کام ہوتا ہے۔ خیال و عقیدے کی اصلاح۔ مگر یہ معلوم کرنا کہ دل و دماغ کے کس حصے میں کون سی میل پائی جاتی ہے۔ بہی مشکل کام ہوتا ہے۔ اسے کیونکہ اصلاح ہی تشخیص امراض کہتے ہیں۔ اور کمیونسٹوں کی بولی میں "دماغ کی دھلائی" Brain washing

یہ دور جس میں انسان چاند پر گھر بنانے کی فکر میں لگا ہے۔ یہ "دور قمر" ہے۔ فنکی بھی اسے "دور قمر" کہتے ہیں۔ آمد زبان رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے دور قمری کہا ہے۔ جس میں آپ کی شان جمالی کا ظہور مقدر ہے۔ حافظ شیرازی کو یہی دور بڑا شور پرور اور ہنگامہ خیز نظر آیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔

ایں چہ شوریست کہ در دور قمر مے بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ وشرمی بینم

ڈاکٹر اقبال نے تو اپنی مثنوی میں حافظ شیرازی کو پانی پی پی کر کوسا ہے۔ مگر خواجہ حافظ کا دور قمر کی ایسی حسین تعریف کرنا ان کی حقیقت آگہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خیر کچھ بھی ہو۔ یہ دور ہے ضرور ہنگامہ آرا اور فتنہ خیز۔ ذرا اس کی فتنہ سامانیاں دیکھئے۔ پہلے مذہب گئے۔ پھر سیاست سے محروم کئے گئے۔ اس کے بعد اقتصادی حالت بگڑی۔ اور اب معاشرے کی خرابیوں کا زور شور ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد دوسری جنگ عظیم آئی۔ ایٹمی طاقت دریافت ہوئی۔ اور ابھی دنیا اس سے سہم ہی رہی تھی کہ ہائیڈروجن بم میزائل اور راکٹ تیار ہونے لگے۔ پہلے طاقت کا دیوتا زمین پر راج جماتا تھا۔ اب وہ آسمان کو پامال کرنے پر تلا ہوا ہے۔

پہلے انسانی معاشرے میں غلاموں کا رواج تھا۔ وہ ناقابل برداشت خیال کیا گیا۔ اس کی جگہ سرمایہ داری آئی۔ اور ابھی اس سے نجات پانے کی کوشش جاری تھی کہ اشتراکی نظام سامنے آگیا۔ اور خود غرض انسانوں کو مرے ہوئے سبق پھر یاد آگئے دولت سمیٹنے کی حرص لوٹ آئی۔ جوع الارض کا مرض لاحق ہوگیا۔ اور بڑی مچھلی چھوٹی مچھلیوں کو کھانے کے لئے دوڑنے لگی۔ لیکن فتنہ بابل کے بکھروں کی طرح فتنہ سارے فضا پر چھا گئے۔

اس فتنہ پرور دور کا ایک نتیجہ یہ بھی نظر آرہا ہے کہ ہر قوم کے کچھ سنجیدہ افراد ان امراض کی فکر میں سنجیدہ نظر آتے ہیں وہ جب کسی شہر میں ہماری آمد کی خبر سنتے ہیں تو کئی قسم کے سوالات لے کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۱۔ آپ کے نزدیک وحدت کائنات کا کیا تصور ہے؟

۲۔ انسانوں کی عالمگیر برادری قائم کرنے کے کیا ذرائع ہیں؟

۳۔ کیا آپ کے ہاں بھی قومی اتحاد و یکجہتی نیشنل انٹگریشن کی تعلیم پائی جاتی ہے؟

ہم نے دیکھا ہے کہ اکثر مذہبی رہنما ان مسائل حاضرہ سے گھبرائے ہوئے ہیں۔ وہ حال و مستقبل کے قدم سے قدم ملا کر چلنے کی بجائے زمانے سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ

مدتے پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

لیکن یہ تصرف الٰہی دیکھئے کہ جب ہم احمدیوں کے سامنے یہ مسائل پیش کئے جاتے ہیں۔ تو ہم خوفزدہ و سراسیمہ نہیں ہوتے بلکہ اس وقت ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ رشتا بد خدا نے اس زمانے میں ان مسائل کا صحیح جواب دینے کے لئے ہمیں ہی منتخب کیا ہے۔

ابھی مارچ میں جب ہم لوگ جنوبی ہند کے مختلف علاقوں میں احمدیت کا بگل بجانے گئے۔ تو سچ مچ دیکھا کہ نیند سے لوگ خواب غفلت سے چونک پڑے ہیں۔ آزادی ہند کے بعد ہم ہندوستانیوں نے جن حقائق کی زندگی سے گریز شروع کر دیا تھا۔ چین کے خطرے نے اب سنجیدگی سے ان پر غور کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ابھی ہم لوگوں نے زمانے کا یہ رنگ ڈھنگ ہندوستان کے بہت سے صوبوں میں گھوم گھوم کر دیکھا۔ اور اللہ کا فضل ہے کہ ہر جگہ ان تشنہ لبوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ پیغام سنایا۔ جس سے ان کی تشنگی دور ہو سکتی ہے۔

اس تبلیغی سفر نے ہم لوگوں کو واقعات و تجربات کی ایک نئی دنیا میں اتارا۔ بہت سی شور زمینیں تخم ریزی کے قابل ہو چکی تھیں۔ کئی بہرے کان پیغام احمدیت سننے کے لائق ہو گئے تھے۔ اور کتنے ہی ساغر چشمۂ احمدیت سے لطیف یاب ہونے پر رضامند نظر آجاتے تھے۔ ہم لوگوں نے اسی طرح معمولات کا عزم انداز سے ہوتے ایک مہینے دو دنوں میں لگ بھگ سات ہزار کلو میٹر کا سفر کیا۔ اس سفر نے ہمیں اور برکات کے علاوہ زیادہ کی بختگی اور عقائد کی مضبوطی عطا کی۔ وہ لوگ جو مسائل حاضرہ سے گھبرا کر ایک عالم کے لئے سامان عبرت بن گئے ہیں۔ انہیں گوشۂ عافیت میں چھوڑ کر ہمارا اس طرح بے خوف و خطر آگے بڑھتے جانا بہتوں کے لئے باعث عبرت تھا۔

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق
او بصحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم

جماعتی فوائد

لیکن ہمارے اس تبلیغی و تربیتی دورے سے جماعت کی داخلی تنظیم کو جو فائدہ پہنچا ہے وہ سب سے زیادہ قابل توجہ ہے۔ جماعتوں میں مرکز کی دوری اور دنیوی مشاغل کی کثرت کے باعث جو بے حسی کی ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ تبلیغی وفد کی آمد سے دور ہو جاتی ہے۔ اس وفد کی آمد سے جماعت کے مرد و زن اور چھوٹے بڑے سبھوں میں جوش امنگ اور مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ بچے صاف ستھرے اور بعض اوقات دیدہ زیب کپڑے پہن کر عید کی سی خوشیاں مناتے ہیں۔ ان کے چہروں پر عید کی سی رونق ہوتی ہے عورتیں مہمان نوازی کا انتظام۔ لجنہ کی تنظیم اور جلسوں کا اہتمام کر کے اپنی بیداری کا ثبوت دیتی ہیں۔ مرد اصلاً و سبھا مرحبا کے نعرے پر ورلفظے سے جماعت کے وجود کا پتہ دیتے ہیں۔ وہ لوگ جنہیں کل تک جماعت میں کوئی نمایاں اور ممتاز خوبی نظر نہیں آتی۔ اس وفد کے آتے ہی وہ جماعت احمدیہ کی عملی زندگی کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ اس وفد کی آمد سے مرجھائی شاخیں پھر ہری ہو جاتی ہیں۔ خزاں دیدہ پھولوں پر بہار آجاتی ہے۔ اور سوکھے ہوئے درخت پھل دینے لگتے ہیں تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔ ہم نے کنیا سے لے کر جنوبی ہند کی تمام جماعتوں کو اسی حال میں مسرت پایا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر گاؤں اور شہر کے احمدیوں کو تبلیغی وفد کے ورود سے جیسی خوشی حاصل ہوتی ہے شاید انہیں ایسی خوشی ہلال عید دیکھ کر بھی نہیں ہوتی۔ یہ ایک نکتۂ معرفت ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے ہمیں جماعت احمدیہ کے منفرد وجود پر غور کرنا چاہیئے۔ اس وقت روئے زمین پر جو جماعت من حیث الجماعت دین کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہی ہے اس کا نام جماعت احمدیہ ہے۔ اس جماعت کو اسی محفل میں چہرۂ محبوب نظر آتا ہے۔ جہاں دین اسلام کا غلغلہ بلند ہوتا ہے۔ پروانے کو چراغ سے جو نسبت ہے۔ اس زمانے میں جماعت احمدیہ کو تبلیغ و اشاعت اسلام سے وہی شغف ہے۔ اس لئے جب ان کی بستی میں تبلیغی وفد آتا ہے تو ان کی مرادوں کے دن آجاتے ہیں۔ اسلامی انبساط کی ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہلال عید دیکھ کر تو ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا۔

دیکھ کر مجھکو افق پر پریشاں تھے گہر
لے تہی ساغر ہماری آج ناداری بھی دیکھ

لیکن جماعت احمدیہ کا تبلیغی وفد یاس و ناامیدی کا یہ پیغام لے کر نہیں آتا۔ نہ ان کی زبان پر مرثیہ خوانی کے یہ الفاظ ہوتے ہیں ان کی آمد پر تو سوکھی ہوئی کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں۔ اور تبلیغ و تبشیر کے زمزمے فضا میں گونجنے لگتے ہیں۔

میری تو گزارش ہے کہ ہندوستان کی تمام چھوٹی بڑی جماعتوں کو اس کا تجربہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ جام اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھانا چاہیئے۔

وہ جماعتیں جو آج جمود و تعطل کی شکار ہیں۔ جن میں گفتار و کردار کا زور نہیں اور جن کے افراد میں کام کرنے کا جذبہ و ولولہ نہیں رہی جماعتیں ہیں جہاں ہنگامہ آرائی کا سامان نہیں۔ جہاں جلسے نہیں ہوتے۔ تربیتی و تبلیغی مجالس منعقد نہیں ہوتیں۔ اور جہاں مرکز کے بھیجے ہوئے وفود نہیں آتے۔ مرکز اور مقامی جماعتوں کے درمیان ماں اور بچے کا سا تعلق پایا جاتا ہے۔ جس طرح بچہ ماں کی چھاتی سے زندگی کی قوت پاتا ہے۔ اسی طرح مقامی جماعتیں مرکز کے فیوض سے زندگی پاتی ہیں۔ اور وہ وقت واقعی قابل مبارکباد ہوتا ہے جب تبلیغی وفد خود انہیں آب حیات پلانے ان کے گھر آجاتا ہے۔ اور اپنی گرمی گفتار و کردار سے بہتوں کو جگا دیتا ہے۔

ہر جماعت کو اپنی اپنی جگہ غور کرنا چاہیئے۔ اب اس حیات بخش نسخے کو آزمانا چاہیئے۔

کہتے ہیں سفر میں انسان کی زندگی آدھی رہ جاتی ہے۔ اور واقعی ہم بھی سمجھتے ہیں کہ ہر علاقے کی آب و ہوا کا ہماری صحت پر الگ الگ اثر پڑتا ہے۔ کہیں درد سر ہوتا ہے اور کہیں شکایت معدہ۔ کہیں طبیعت کسل مند ہو جاتی ہے۔ اور کہیں تو حلق بھی متاثر ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود ہم اپنی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ اور نئے نئے مشاہدات و تجربات سے تازگی و شگفتگی کا سامان پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ان دنوں ہماری مثال سچ مچ طیور مسیح کی ہوتی ہے۔ کبھی اس شاخ پر بیٹھتے ہیں اور کبھی اس شاخ پر کبھی پرواز کے لئے ہم شمال کی فضا میں چھوڑے جاتے ہیں۔ اور کبھی جنوب کی فضا میں اسی تبلیغی دورے میں جب ہم لکھنؤ پہنچے تو ایک جگہ وہاں چند بٹیر بازوں کو دیکھا۔ اور ان سے بٹیر بازی پر گفتگو کرنے کا موقعہ بھی ملا۔ ان کے نزدیک سب سے اہم مسئلہ بٹیر کی صحت کا مسئلہ ہوتا ہے۔ ان کی غذا کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ ان کو وہ خوراک دی جاتی ہے جس سے جسم نہ دبلا ہوتا ہے نہ موٹا۔ اور چستی و پھرتی برقرار رہتی ہے۔ وہ بیچارے تو بٹیر کے جسم کو حرارت پہنچانے کے لئے انہیں پاس سے چلا کے بھی لے جاتے ہیں کہ سفر

یں ہم بھی اپنی ایسی ہی دیکھ بھال کیا کریں۔ لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے ہم سے بہت زیادہ بری و بحری سفر کی تکالیف برداشت کیں۔ اور دنیا کے سامنے وہ "معلوماتِ سفر" پیش کئے کہ آج ان کی کتابیں پڑھنے والے سر دھنتے ہیں تو دل کی تسلی ہو جاتی ہے۔ اور مسئلہ خوراک کا خیال جاتا رہتا ہے۔ سفر میں زندگی آدھی ہو جائے یا پوری۔ ہم تن پروری کے لئے اپنا مقصد نہیں چھوڑ سکتے۔

اس تبلیغی سفر میں ہم بہت سے دلچسپ مقامات سے گزرتے ہیں لیکن اس ریڈیو اور اخبار کے زمانے میں وہ معلوماتِ سفر پیش کرنے کی ضرورت نہیں البتہ ہم کہیں کہیں بعض دلچسپ حالات سے دوچار ہوتے ہیں عجیب و غریب طبائع سے ملاقات کرتے ہیں۔ اور بعض ملکی ضروریات کا شدت سے احساس کرتے ہیں۔

ہم جب شمال سے جنوب یا جنوب سے شمال کی طرف آتے جاتے ہیں۔ تو بعض امور کے باعث اس متحدہ ہندوستان میں بھی دو رنگی کا بڑا احساس ہوتا ہے۔ شمال کی زبان جنوب میں اور جنوب کی بولی شمال میں کام نہیں آتی اور واقعی ہمارا ملک کتنے بڑے بڑے عجائبات کا ملک ہے۔ مذہبی اعتبار سے سارے ملک میں وحدت کا ایک رنگ پایا جاتا ہے۔ کرشن اور رام اور بدھ کی پوجا کا سلسلہ ملک میں متاثر نظر آتا ہے ہر جگہ گیتا۔ رامائن اور بدھ ازم کا پاٹھ کرنے والے ملتے ہیں۔ فرزندانِ اسلام بھی ہر قریہ میں موجود ہیں۔ عیسائیت نے بھی ہر علاقے میں اپنا قدم جمایا ہے۔ گورو نانک دیو جی کے ماننے والے بھی اپنی قلتِ تعداد کے باوجود ہر جگہ نظر آتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم ہندوستانیوں نے مل جل کر کوئی ایسی زبان ایجاد نہیں کی جو ہر علاقے کے بسنے والوں اور ہر عقیدے کے ماننے والوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہو۔ ہم راجہ اشوک کے عہد سے ہندوستان کو متحدہ صورت میں دیکھتے آ رہے ہیں۔ سلطان محمد تغلق، دولتِ مغلیہ اور انگریزوں کے عہدِ حکومت میں یہ ملک کشمیر سے راس کماری اور کراچی سے بنگال تک ایک نظام کے اندر متحد ہو چکا تھا ملک کی سیاست اور معاشرے میں وحدت کا رنگ پیدا ہو گیا تھا مگر زبان اور نطق کی بنیاد پر کبھی یہ ہندوستان متحد نہ ہو سکا۔ اردو۔ ہندی جو ملک بھر کی زبانیں کہلاتی ہیں جنوب میں اس کے سمجھنے والے بھی خال خال ہی ملتے ہیں۔ علاقائی زبانوں کا تو ذکر ہی کیا۔ وہ تو ہر دوسرے علاقے میں اجنبی سمجھی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے۔ تو کیا ہندوستانیوں نے کبھی اتحادِ لسانی کی ضرورت محسوس نہیں کی؟ اور اپنی تہذیب و عقیدے کی باتیں ایسے طشت میں سجا کر پیش نہ کیں۔ جن کی طرف سارے ہندوستانی شوق سے ہاتھ بڑھا سکیں؟

یہ تو ہوئی زبان کی بات۔ اب ذرا لباس اور رہن سہن کی طرف آئیے۔ تو اس میں بھی ہر جگہ اختلاف نظر آتا ہے۔ انسان کو اپنی پرانی روایات سے بہت محبت ہوتی ہے۔ اس کے آثار ہم کو ہندوستان بھر میں نظر آتے ہیں۔ اس ملک نے بہت سی باتوں میں قدامت پرستی چھوڑ دی ہے۔ پہلے ہم لین دین میں رتی، ماشہ، تولہ، چھٹانک اور سیر استعمال کرتے تھے۔ ان کی جگہ گرام۔ کیلوگرام نے لے لی ہے۔ اور اس مسئلے میں سارا ہند متحد ہو چکا ہے لیکن جہاں تک لباس کا سوال ہے۔ ہر علاقے کا لباس الگ الگ نظر آتا ہے۔ خیر لباس کو تو جانے دیجئے۔ سواری کا مسئلہ لیجئے۔ آج نئے دور میں جدید دور کے سفر کے لئے بہت سی آرام دہ سواریاں نکل آئی ہیں۔ لیکن میں نے جنوب کے بعض علاقوں میں شہر کے اندر نقل و حرکت کے لئے ایک سواری دیکھی جس کو وہاں کی زبان میں "جٹکہ" بولتے ہیں۔ یہ ایک ایسی سواری ہے جس پر سفر کرنے سے پہلے کچھ دیر ٹھہر کر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اس پر بیٹھ کر سفر کریں گے یا لیٹ کر۔ ہر قوم کے سامنے پرانی تہذیبوں کی حفاظت کا بھی ایک جذبہ ہے یہ اس کی ایک بہترین مثال ہے۔

اب ذرا آدمیوں کے ناموں کی طرف آئیے عموماً مسلمان اسلامی ادب کے ماتحت اس قسم کے نام رکھتے ہیں۔ غلام حسین۔ غلام علی اور غلام مصطفےٰ وغیرہ۔ مگر مجھ کو جنوب میں نام رکھنے کا ایک نیا ذوق نظر آیا۔ جنوب کے زندہ دلوں نے اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی۔ انہوں نے "تکلف برطرف" اپنے بچوں کا نام امام حسین۔ حضرت علی اور محمد مصطفےٰ رکھ دیا۔ نام رکھنے کے معاملہ میں ان کا یہ ذوق اتنا بڑھا ہوا ہے کہ ہمارے بعض احمدی دوستوں نے جنہوں نے اپنے بچے کا نام "حضرت صاحب" رکھا۔ جو جماعت احمدیہ میں "امام جماعت احمدیہ" کے لئے مخصوص ہے۔ ہم جب اپنے ان دوستوں کو عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ تو "امام حسین" کو "حضرت امام حسین" کہتے ہیں۔ حسنِ اتفاق سے آجکل جماعت احمدیہ نند گڑھ (دیدگام) کے صدر کا نام امام حسین ہی ہے جنہیں ہم ان کا مقام ملحوظ رکھتے ہوئے "حضرت امام حسین" کہتے ہیں۔

اسی طرح جماعت احمدیہ ہبلی کے صدر "حضرت صاحب" ملے۔ ان ناموں کے فلسفے پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ نام زندگی یافتہ دماغ کے انتخاب ہیں۔ اگر ہم اپنے بچوں کو عیسےٰ۔ موسےٰ اور ابراہیم کہہ سکتے ہیں تو آخر اپنے اسلاف سے کیا عداوت کہ اپنے بچوں کو ان کے نام نہ دیں۔ یہ اور بات ہے کہ ایسے نام خلافِ ادب معلوم ہوتے ہیں اور جی چاہتا ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو "امام حسین" کی بجائے "غلام حسین" اور "حضرت صاحب" کی بجائے "غلام محمود" کہیں۔ ایسے ہی نام "مزاجِ احمدیت" کے ہم رنگ ہیں۔ اور فلسفۂ احمدیت کے موافق۔ بہرصورت ہم جنوبی ہند والوں کے اس ذوقِ بلند پرواز سے بہت محظوظ ہوتے ہیں۔

جنوبی ہند کے اس دورے اور لگ بھگ سات ہزار کیلومیٹر کے اس سفر میں سب سے عجیب و غریب تجربہ ہم لوگوں کو "نند گڑھ" کی سرزمین میں ہوا۔ ہم ہر جگہ حلقوں میں قرآن کریم لے کر جاتے ہیں۔ اور ہمارے مقابل اگر قرآن مجید نہیں تو منطق اور فلسفے کے بعض دلائل پیش کرتے ہیں۔ لیکن اب کی جو یہ تبلیغی وفد "نند گڑھ" پہنچا۔ تو وہاں کے مسلمانوں نے ہمارے خلاف کوئی دلیل استعمال نہ کی۔ بلکہ ہم مسافروں پر سیدھا دفعہ ۱۴۴ کا ڈنڈا چلا دیا۔ اور یہ اس علاقے میں ہوا جہاں کے حکام میں سب انسپکٹر آف پولیس، متعلقہ مجسٹریٹ اور ڈپٹی کمشنر سب مسلمان تھے۔ یہی سرزمین تھی۔ جہاں ہندوستانیوں کے اس بنیادی حق کی توہین کی گئی۔ جس کی "دستورِ ہند" INDIAN میں ضمانت دی گئی ہے۔

لیکن ہم لوگ ایسی کارروائیوں سے مرعوب ہونے والے نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ فتح حق و صداقت کی ہوتی ہے۔ اور سچائی اپنا حق خود منوا لیتی ہے۔

"نند گڑھ" کے سوا ہم لوگوں نے ہر جگہ کے عوام میں بیداری کے آثار پائے بلکہ اکثر انہیں اپنی مشکلات کے حل کی جستجو میں محو بھی پایا۔ بہتوں کو خود پرانے نظریات کے خلاف جنگ کرتے دیکھا۔ تبلیغی وفد ان کے لئے بیداری و جاگرتی کا پیغام لے کر آتا ہے۔

اس دور میں مذہب کے نام پر جتنی تحریکیں چل رہی ہیں۔ سچ پوچھئے تو تحریکِ احمدیت کے سوا کسی میں عوامی تحریک کی صلاحیت نہیں۔ یہی تحریک عقیدہ و نسل کا لحاظ کئے بغیر سبھوں کو "انسانیت" کا پیغام سناتی ہے۔ انسان کو تسخیرِ کائنات کا درس دیتی ہے۔ انسانوں کے درمیان ایک عالمگیر برادری کا رشتہ قائم کرنا چاہتی ہے۔ اور ہر ملک کے باشندوں کو معزز شہری بننے کی تلقین کرتی ہے۔ یقیناً جماعت احمدیہ کے اس پیغام میں زندگی کی ناقابلِ شکست قوت پائی جاتی ہے۔ بندگانِ خدا آج نہیں کل اس طرف کشاں کشاں آئیں گے۔

ختم

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار

اخبار بدر کی توسیع اشاعت کیلئے

احباب کا تعاون

اخبار بدر خالص مذہبی اور دینی پرچہ ہے جو جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان سے ہفتہ وار التزام کیساتھ شائع ہوتا ہے۔ تمام احبابِ جماعت کا فرض ہے کہ وہ خود بھی اس کا مطالعہ کریں اور اپنے اہل و عیال کو بھی اس کے مطالعہ کی تلقین کریں ایسے اُن کی روحانیت میں جلا پیدا ہوگا۔ خدمتِ دین کا جذبہ بڑھے گا مرکز سے اُن کا تعلق پختہ ہوگا۔ مرکزی تحریکات سے اطلاع پاکر خدمت و اشاعتِ دین کے کام میں حصہ لینے کا موقعہ ملے گا۔

اخبار بدر ان دنوں سخت مالی مشکلات میں سے گذر رہا ہے۔ جماعت کے مخلصین اس کی اشاعت کو بڑھا کر آمدہ مشکلات کو دور کر سکتے ہیں۔ خود بھی خریدار بنیں اپنے زیرِ تبلیغ احباب کے نام بدر کا پرچہ جاری کروا کر ثواب حاصل کریں۔

سالانہ چندہ صرف سات روپے جو ہر حالت میں پیشگی آنا چاہیئے۔

ہماری تحریک پر بعض احباب نے مخلصانہ تعاون کا ہاتھ بڑھایا ہے اللہ تعالیٰ اُن کے اخلاص میں برکت دے اور اُن کی اس نیکی کو قبول فرمائے۔ ضرورت ہے اس بات کی کہ دوسرے احباب بھی اس کی طرف متوجہ ہوں۔

عنقریب ہم اپنے مخلصین کے اسماء گرامی اخبار میں شکریہ کے ساتھ شائع کریں گے۔ جو اس کارِ خیر میں ہمارا خاص تعاون کریں گے۔ اور اخبار کی توسیع اشاعت میں نمایاں حصہ لیں گے۔

(ناشر)

اسلام اور خانقاہ رحمانی مونگھیر

یکصد روپے کے انعامی چیلنج کے ساتھ

از مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل مبلغ مظفر پور بہار

(۲)

نسب نامہ قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب نامہ کو بالکل پاک اور مطہر قرار دیتا ہے اور جماعت احمدیہ کا بھی عقیدہ ہے۔ جیسا کہ "ماکان ابوك امرء سوء وما كانت امك بغيا" کی قرآنی آیت سے ثابت ہے۔ مگر انجیل کے یسوع کا نسب نامہ سخت ناپاک اور گندہ ہے چنانچہ انجیل متی کے شروع میں ہی یسوع مسیح کا نسب نامہ بیان کیا گیا ہے۔ جس میں تامار، راحاب اور اوریاہ کی بیوی (بنت سبع) کا ذکر ہے اور بائیبل میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ بدکار اور زناکار عورتیں تھیں ملاحظہ ہو (یشوع ۲، پیدائش ۳۸، ۲سموئیل ۱۱) حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یسوع کی بعض نانیوں اور دادیوں کی جو حالت بائیبل سے ثابت ہوتی ہے وہ بھی کسی مخفی نہیں ان میں سے تین جو مشہور و معروف ہیں انکے نام یہ ہیں بنت سبع، راحاب، تمر"
(الحکم ۲۱ر فروری ۱۹۰۲ء)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس فرضی مسیح کی نانیوں اور دادیوں کا تذکرہ فرمایا ہے جسے موجودہ بائیبل پیش کرتی ہے۔ اور وہ بھی اس وقت جبکہ بعض بدباطن پادریوں نے سید المعصومین سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ناپاک اتہام لگائے تب مجبوری ان کے یسوع اور ان کے نسب نامہ کو انہی کی بائیبل کی روشنی میں پیش کر دیا گیا تاکہ وہ دوسروں پر اعتراض کرنے سے قبل اپنے گھر میں بھی جھانک لیا کریں۔

رحمانی خانقاہ کے مستور مبلغ شاید اس تشریح سے مطمئن نہ ہوں۔ لہذا ان تینوں میں سے ایک نانی کے متعلق خود مولوی محمد علی صاحب بانی رحمانی خانقاہ رحمانی نے جو کچھ لکھا ہے۔ اسے ہم من وعن پیش کر دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"حضرت داؤد علیہ السلام ہمیشہ مورد عنایت الٰہی رہے۔ البتہ ایک مرتبہ جو زن اوریاہ کو خلاف حکم شریعت کے بیوی بنایا تھا تو خدا تعالیٰ نے ناتھن نبی کے ذریعے سے بہت کچھ اپنی ناخوشی ظاہر کی"
(پیغام محمدی صفحہ ۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جد امجد حضرت داؤد علیہ السلام پر خدا تعالیٰ کے نبی حضرت خود مولوی محمد علی صاحب مونگھیری بائیبل کی تقلید میں اتہام لگا رہے ہیں۔ یہاں نمایاں فرق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرضی مسیح کی نانیوں اور دادیوں کے حالات کو بائیبل کی اختراع ثابت کیا ہے۔ مگر مولوی محمد علی صاحب مونگھیری خود تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کسی دوسرے شخص کی بیوی کو حکم شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی بیوی بنا لیا تھا۔

اب رحمانی خانقاہ مونگھیر کے مبلغ مستور خود فیصلہ کریں کہ یہ ارتکاب ہتک ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نبی پر ایسا ذلیل اتہام لگاتا ہے وہ مسلمان ہے یا کافر؟

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

آیات قرآنی کا منکر کون ہے؟ خانقاہ رحمانی کے مستور مبلغ قرآن کریم کی آیت ما ننسخ من آیۃ الا (؟) انکا مفہوم پیش کر کے لکھتے ہیں:۔

"ہماری آیتوں کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو کافر ہیں اور پھر جماعت احمدیہ کو بزعم خود آیات اللہ کا منکر قرار دے کر کفر کا فتوے لگاتے ہیں ..."

جو سراسر غلط ہے اور دیانت کرتے ہیں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب مونگھیری نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کا سے صریحاً قرآن کریم کی آیات کا انکار لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا قائل کافر ہے یا مسلمان؟ اور جب آپ کے اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق خود مولوی محمد علی صاحب بانی ندوۃ العلماء خانقاہ رحمانی کا کفر ثابت ہو گئے تو آپ لوگ جو قاعدہ وان علی المتقابل ہیں کا کیا مذہب ہوگا کفر یا اسلام؟

جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ایمان و ایقان پر قائم ہے کہ قرآن کریم کی آیات ہر قسم کی کمی و زیادتی اور تحریف و نسخ سے محفوظ اور پاک ہیں چنانچہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے ..."

زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے"۔

پس رحمانی خانقاہ کے مبلغ مستور کا جماعت احمدیہ کو قرآنی آیات کا منکر قرار دینا سراسر اتہام اور افترا ہے جس کا کوئی ایک ثبوت بھی مبلغ مستور پیش نہیں کر سکتے البتہ خود خانقاہ رحمانی مونگھیر کے متعلقین قرآن کریم کی متعدد آیات کو منسوخ قرار دیتے ہیں جس کا مبلغ مستور انکار نہیں کر سکتے ہیں۔

وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

قارئین کرام! ہم نے اشتہار کے جواب میں بانی خانقاہ رحمانی کے حوالہ جات پیش کر کے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ محض مخلوق خدا کی ہمدردی کے لئے لکھا ہے تاکہ ناظرین کرام بآسانی موازنہ کر سکیں۔ ہماری غرض ہرگز کسی کی دلآزاری کرنا نہیں ہے۔ ہمیں افسوس اس بات کا ضرور ہے کہ رحمانی خانقاہ کے مبلغ مستور نے تحریرات میں تحریف اور کتر و بیونت کر کے جماعت احمدیہ کے خلاف مسلمانوں میں اشتعال پھیلانے کی کوشش کی ہے لیکن ان پادریوں کے خلاف لکھنے کی موصوف کو جرأت نہ ہوئی جنہوں نے ہمارے آقا و مولا سرور دو عالم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ناپاک حملے کئے ــــ علی الرغم اس کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ نے ٹھوس رنگ میں عیسائیت کا مقابلہ کیا اور آج اس کے نتیجہ میں امریکہ کے دولت کدوں اور یورپ کے سبزہ زاروں اور افریقہ کے صحراؤں میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے کامیاب اسلامی مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ جو معجزانہ رنگ میں عیسائیت کے طلسم کو توڑ رہے ہیں۔ جس کا انکار دار الاشاعت رحمانی خانقاہ کے مستور مبلغ بھی نہیں کر سکتے۔

بالآخر دار الاشاعت رحمانی خانقاہ اور اس کے مستور مبلغ کے ساتھ ساتھ قارئین کرام سے بھی ہماری ہمدردانہ درخواست ہے کہ آپ ٹھنڈے دل سے ساتھ جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ آپ پر اسلام کی صحیح تعلیم کا انکشاف ہوگا۔

پیارے بھائیو! چودھویں ختم ہوئے اور پندرھویں صدی شروع ہونے کو ہے۔ لیکن آپ کا مسیح ابھی تک نہ آیا۔ آنے والا آ گیا اور آسمانی نوشتوں کے مطابق چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا۔ اور شدید ترین مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود اس مقدس کی قائم کردہ جماعت اکناف عالم میں اسلام کا جھنڈا بلند کر رہی ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو وقتوں کو پہچانتے اور وقت امام کے مقدس مسیح پر ایمان لا کر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے مبارک وجود بنتے ہیں۔

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادئ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

بقیہ صفحہ نمبر ۲

تسلیم ورضا کے نمونے

ــ تب خدا نے کہا اسمٰعیل اور اس کی ماں نے ایسی بے نظیر قربانی پیش کی ہے جس کی یادگار ہمیشہ قائم رہنی چاہیئے۔ اسی کے سبب سے عید الاضحیہ کے موقعہ پر جانوروں کی قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔

گویا اس مبارک عید کے روز جو ساری دنیا پر ہزاروں ہزار جانور ذبح ہوتے ہیں در حقیقت اس عظیم الشان قربانی کی یاد دلاتے ہیں جو ایک بوڑھے باپ نیک صالحہ عورت اور اطاعت گذار اعلیٰ درجہ کے تربیت یافتہ بیٹے کی تسلیم و رضا کی ایمان افروز ناقابل فراموش کہانی ہے ــــ!!

پس ہر آنے والی عید تمام مسلمان والدین کو اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ ا۔ بچوں کو اعلیٰ درجہ کی دینی تعلیم دو اور نسلاً بعد نسل سب کے ذہن میں یہ بات ڈالتے چلے جاؤ کہ محض خدا کی خاطر قربانی کرنے والا کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ بلکہ جو اس کے لئے اپنا کچھ بھی قربان کرتا ہے۔ خدا اس کی یادگار تا دیر قائم رکھتا ہے۔

الغرض عید الاضحیہ کی مبارک تقریب پر ان مقدس وجودوں کی تسلیم و رضا کے نمونے اس قابل ہیں کہ ہم ان کو اپنی عملی زندگیوں میں مشعل راہ بنائیں۔ اور خود بھی اور اولادوں کو بھی اس پر کاربند رہنے کی تلقین کرتے رہیں۔ اس سے عید الاضحیہ کی اصل غرض پوری ہوتی ہے۔ اور یہی وہ سبق ہے جو اسلام اپنے متبعین کو سکھاتا ہے۔ اور لفظ "اسلام" کے اندر بھی یہی حقیقت پنہاں ہے۔

درخواست دعا

میرا ایک عزیز جو کہ میرا چچازاد بھتیجا ہے جس کا نام نذیر احمد خاں ہے۔ اس کا والد مرحوم جو کہ میرا چچازاد بھائی تھا احمدیت کا فدائی اور احمدیت کا شیدائی تھا عزیز بھی اپنے والد راجہ محمد ایوب خاں صاحب مرحوم کی طرح احمدیت کا شیدائی ہے کچھ عرصہ سے اس کی صحت خراب ہے۔ اسلئے میں اصحاب مسیح موعود علیہ السلام اور درویشان قادیان اور دیگر احمدی بزرگان کی خدمت میں نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ مہربانی فرما کر عزیز کی صحت و تندرستی کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسکو صحت کاملہ عطا کرے

روحانی نقطۂ نگاہ سے اہلِ مغرب کی ناگفتہ بہ حالت

(بقیہ صفحہ اوّل)

بہت زیادہ نگرانی کرنے کے عادی ہیں حالت یہ ہے کہ ان امریکی سپاہیوں میں بچ نکلنے اور لڑنے کا عزم ہی مفقود تھا۔ اخلاقی اور روحانی نقطۂ نگاہ سے لوگوں کے کھوکھلے پن کی یہ ایک مثال ہے۔ مجھے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اکثر جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ یہی بات میں نے وہاں بھی محسوس کی ہے۔ سب ہی کیساں طور پر شکوک و شبہات الجھنوں کھوکھلے پن اور افسردگی و مایوسی کا شکار نظر آتے ہیں۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آج ہم اتنے وسیع پیمانے پر بُرائیوں کو پنپتے دیکھ رہے ہیں کہ دنیا نے بداعمالیوں کی اتنی کثرت پہلے کبھی نہیں دیکھی اس سارے ڈرامہ کے پس پردہ شیطان کا مکروہ ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اس کے باوجود (اگر امید کی کوئی جھلک نظر آتی ہے تو یہ کہ) لوگوں کے دلوں میں اندر ہی اندر رُوحانی بھوک اور روحانی پیار کا احساس دن بدن نمایاں صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔"

(World Christian Digest Nov 1962 P. 5)

امریکہ کی اخلاقی پستی اور روحانی بگاڑ کے اس عبرتناک نقشے سے گناہوں اور بداعمالیوں کی اس ہولناک کثرت کی نشاندہی ہوتی ہے جو قہر الٰہی کو جوش میں لانے کا موجب ہوا کرتی ہے مسٹر بلی گراہم کے یہ الفاظ کہ اگر خدا نے اہل امریکہ کی بداعمالیوں پر ان کے خلاف اپنا فیصلہ صادر نہ کیا تو پھر اُسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی خاص طور پر قابل غور ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ میں سدوم اور عمورہ کی بستیاں بڑی زبردست ترقی یافتہ اور خوشحال تھیں اُن کے باشندے اور گناہوں کا بے انتہا کثرت کے باعث قہر الٰہی کے نتیجہ میں تباہ و برباد کر دی گئی تھیں قرآن مجید نے بھی ان بستیوں کی عبرتناک تباہی کو بطور مثال پیش کیا ہے اور بائیبل میں بھی گندھک اور آگ کے عذاب کے نتیجے میں ان کے یکسر تباہ و برباد اور نیست و نابود ہونے کا تفصیل سے ذکر آتا ہے مسٹر اور مسز بلی گراہم کے نزدیک اہل مغرب بھی اپنی خوشحالی اور غفلت کے باعث اس درجہ گناہوں میں ملوث ہو چکے ہیں کہ ان کا بھی خدائی قہر کے نتیجہ میں تباہ و برباد ہونا یقینی نظر آ رہا ہے۔

یہ صورتِ حال صاف اس امر پر دال ہے۔ کہ یہ بعینہٖ وہ زمانہ ہے کہ جب بائیبل کی رو سے مسیح کی آمد ثانی ظہور میں آنا تھی۔ انجیل میں لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح اُس وقت ظاہر ہوگا کہ جب گناہوں کی کثرت اس حد تک بڑھ جائے گی کہ لوگوں کا اسی طرح مستحق عذاب ہونا یقینی نظر آنے لگے گا۔ اس طرح نوحؑ اور لوطؑ کے زمانے میں لوگ اپنی بداعمالیوں کے باعث عذاب الٰہی کے مستحق بن گئے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"اُس نے (یعنی مسیح نے) شاگردوں سے کہا کہ تم کو ابن آدم کے دنوں میں سے ایک دن کو دیکھنے کی آرزو ہوگی اور نہ دیکھو گے (یعنی تم اسے شناخت نہ کر سکو گے) .... جیسا کہ نوحؑ کے دنوں میں ہوا تھا اسی طرح ابن آدم کے دنوں میں بھی ہوگا کہ لوگ کھاتے پیتے تھے اور ان میں بیاہ شادی ہوتی تھی اس دن تک کہ جب نوح کشتی میں داخل ہوا اور طوفان نے آ کر سب کو ہلاک کیا۔ اور جیسا لوط کے دنوں میں ہوا تھا کہ لوگ کھاتے پیتے اور خرید و فروخت کرتے اور درخت لگاتے اور گھر بناتے تھے لیکن جس دن لوط سدوم سے نکلا آگ اور گندھک نے آسمان سے برس کر سب کو ہلاک کیا۔ ابن آدم کے ظاہر ہونے کے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔"

(لوقا باب ۱۷- آیات ۲۲ تا ۳۰)

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی پیشگوئی کے بموجب گناہوں کی بے انتہا کثرت کے باعث جب صورت حال اس قدر نازک ہو چکی ہے۔ کہ خود اہل مغرب کو سدوم اور عمورہ کا حشر رہ رہ کر یاد آ رہا ہے تو پھر اُن کے لئے یہ صورت حال ایک لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ سوچیں اور غور کریں کہ مسیح اپنے وعدہ کے مطابق ابھی تک کیوں ظاہر نہیں ہوا۔ اور کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ ظاہر ہو چکا ہو اور وہ ابھی تک اُس سے بے خبر ہوں یا جاننے اور بوجھنے کے باوجود اسے قبول کرنے سے عمداً گریز کر رہے ہوں اور اُن پر مسیح ناصری کا یہ قول صادق آ رہا ہو کہ تم کو ابن آدم کے دنوں میں سے ایک دن کو دیکھنے کی آرزو ہوگی اور نہ دیکھو گے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام جن کے وجود میں مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے سب ملکوں اور علاقوں کے رہنے والوں کو اُن کے گناہوں کی کثرت کے نتیجہ میں آنے والے عذابوں سے نہایت زوردار الفاظ میں خبردار فرما چکے ہیں۔ آپ نے اس ضمن میں علی الخصوص نوحؑ اور لوطؑ کی نافرمان قوموں کے انجام اور اُن پر نازل ہونے والے دردناک عذابوں سے ڈرایا جسے مسٹر اور مسز بلی گراہم نے تو آج گھبرا کر کہا ہے کہ سدوم اور عمورہ کی بستیوں کا جو حشر ہوا تھا وہی حشر ہمارا ہونے والا ہے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو آج سے ساٹھ ستر سال قبل کیا یورپ اور کیا ایشیا، اور کیا جزائر سب براعظموں کے رہنے والوں کو بالکل اسی نوعیت کے عذابوں سے ڈرا کر بیدار فرما چکے ہیں۔ چنانچہ آپ نے روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت زوردار الفاظ میں فرمایا:۔

"وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف یہی بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے۔ اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا ...... اے یورپ (مغربی ممالک) تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا (مراد مشرقی ممالک) تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چُپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں وہ سُنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷)

کتنا عظیم الشان خدائی نشان ہے۔ ۱۹۰۰ سال قبل مسیح علیہ السلام نے خبر دی کہ جب دُنیا کے آخر میں مسیح ثانی کی بعثت ظہور میں آئے گی تو اُس وقت میری طرف منسوب ہونے والے گناہوں اور بداعمالیوں کی کثرت کے باعث اُسی عذاب کے مستحق بن چکے ہوں گے۔ جو مختلف شکلوں میں نوحؑ اور لوطؑ کی قوم پر نازل ہوا تھا۔ اُس وقت مسیح ثانی دُنیا میں مبعوث ہو کر انہیں آنے والے عذاب سے خبردار کرے گا۔ اور اُنہیں خدا کی امان کے نیچے جمع ہونے کیلئے پکاریگا۔ چنانچہ مسیح اوّل کی اس پیشگوئی کے ۱۹۰۰ سال بعد مسیح ثانی کی بعثت ظہور میں آئی۔ اور اُس نے مشرق و مغرب کی قوموں کو پکار کر خبردار کیا کہ تم شرک اور دوسرے گناہوں سے توبہ کر کے خدائے واحد کے پرستار بنو ورنہ یاد رکھو کہ وہ دن قریب ہیں کہ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لُوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ اُس روز سے ہی کہ جب یہ انتباہ کیا گیا دنیا قیامت کا نمونہ دیکھتی چلی آ رہی ہے۔ حتیٰ کہ آج خود اہل مغرب بھی جو تمام تر مسیح اوّل کے پیرو ہیں اپنے گناہوں اور بداعمالیوں کی کثرت سے گھبرا کر پکار اُٹھے ہیں کہ اگر آج خدا نے ہم سے باز پُرس نہ کی اور ہماری گرفت نہ آئی تو پھر خدا کو سرزمین لوطؑ کی بستیوں سدوم اور عمورہ سے معذرت کرنا ہوگی یعنی یہ کہ ہماری بداعمالیاں اس درجہ بڑھ چکی ہیں کہ ہمارا سرزمین لوطؑ کی طرح تباہ و برباد ہونا یقینی ہے۔ کیا اہل مغرب کا یہ اعتراف مسیح ثانی کی صداقت کو روز روشن کی طرح عیاں نہیں کر رہا۔

ان حالات میں مسیح اوّل کے پیرو ہونے کی حیثیت سے اہل مغرب کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ مسیح ثانی کو شناخت کر کے اس پر ایمان لائیں لیکن انہیں اس کی توفیق نہیں مل سکتی۔ جب تک کہ [illegible]

نانا جان مرحوم کے مختصر حالاتِ زندگی

میرے پیارے نانا جان جناب حکیم حافظ سید فضل کریم صاحب مونگیر کے رہنے والے تھے بعد میں جاپور کی ضلع مونگھیر میں رہائش اختیار کی۔ جناب حکیم خلیل احمد صاحب مونگیری سابق ناظر تعلیم و تربیت صدر انجمن قادیان کے گہرے دوست تھے۔ احمدیت کی سچائی کے قائل تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں ہی ہو چکے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں آپ نے بیعت کی۔

آپ میں بہت ساری خوبیاں تھیں۔ ہر مخالفت کا سامنا بڑی خندہ پیشانی سے کیا۔ تقوےٰ و طہارت اور ایمانداری بہت ہی اعلےٰ درجہ کا اور بے مثال تھا۔ بڑی سے بڑی تکلیف اور تنگدستی میں بھی کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے تھے بلکہ صحیح احمدیت کے صحیح نمونہ تھے۔ آپ ہی کے ذریعہ جاپور کی کے لوگوں کو احمدیت کا پیغام ملا۔ آپ کے اس بے شمار نیک اثرات اور تبلیغ سے وہاں کے لوگ احمدیت کی طرف رجوع ہوتے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے وہاں ایک بڑی جماعت قائم ہو گئی۔

کچھ سالوں سے میرے پاس مقیم تھے۔ وفات سے تقریباً ۳½ ماہ قبل بے حد ضعف کا شکار ہو گئے تھے۔ ہوش و حواس آخری وقت تک درست رہا۔ حتیٰ کہ وفات سے کچھ ساعت قبل تک نماز ادا کی۔ ۱۹ مارچ ۱۹۶۳ء بوقت ۴ بجے بعد دوپہر تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے حقیقی مولا سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے فیصلہ کیا کہ نانا جان مرحوم کا جنازہ جاپور کی ضلع مونگیر میں پہنچا دیا جائے اور وہیں سپردِ خاک کیا جائے۔ کیونکہ ان ہی کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو احمدیت کی روشنی ملی۔ چنانچہ ہم لوگوں نے یہاں نمازِ جنازہ ادا کر کے بذریعہ ٹرک نالہ پور لے گئے۔ وہاں بھی کثیر تعداد میں احباب نے نمازِ جنازہ ادا کی۔

سب سے خوشی کی بات یہ ہے کہ ہمارے مقدس مرکز قادیان دارالامان میں بھی میرے نانا جان مرحوم کی نمازِ جنازہ غائب ادا کی گئی۔ اور قادیان کے سارے درویشوں نے دعا مغفرت کی۔

احباب دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اپنے نانا جان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار

(ڈاکٹر) محمد یونس۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس

پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ بھاگلپور سٹی

(احمدیہ بلڈنگ۔ بھاگلپور سٹی (بہار))

نیا مالی سال اور ہماری ذمہ داریاں

احباب جماعت اور عہدیداران کی توجہ کے لئے

۱۹۶۲-۶۳ء کا مالی سال ۳۰ اپریل کو ختم ہو چکا ہے۔ اور یکم مئی ۱۹۶۳ء سے نئے مالی سال کا آغاز ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس سال کی مجموعی آمد چندہ جات بفضلہ تعالےٰ پہلے سے زیادہ ہے۔ لیکن تا حال بہت سے افراد جماعت اور جماعتیں کثیر رقوم کے بقایا دار ہیں جن کو بار بار ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔ لیکن انہوں نے کماحقہٗ توجہ نہیں کی۔ حالانکہ ہر وہ شخص جو احمدیت کو قبول کر کے اس الٰہی نظام میں شامل ہوتا ہے۔ وہ بیعت کے وقت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا وعدہ کرتا ہے۔ اور عملی طور پر وہ صرف اسی صورت میں ہی وعدہ پورا کرنے والا سمجھا جاسکتا ہے کہ جب وہ اپنی ذاتی اور خاندانی ضروریات پر دینی ضروریات کو ترجیح دے کر قربانی کر کے اپنے ذمہ مالی فریضہ کی ادائیگی کر دے۔ اس بارے میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے احباب کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ کہ

"یاد رکھو! مجھے روپیہ کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے لئے تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ میں خدا کے لئے اور اس کے دین کی اشاعت کے لئے تم سے مانگ رہا ہوں۔ اگر تم چندہ میں حصہ نہیں لو گے۔ تو خدا خود اپنے دین کی ترقی کا سامان کر دے گا۔ مگر میں اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دین کی ترقی میں حصہ نہ لے کر گنہگار نہ بن جاؤ۔

پس میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم اس موقعہ کو غنیمت سمجھو اور خدمتِ اسلام کے لئے اپنے مالوں کو قربان کر دو۔ جو شخص تکلیف اُٹھا کر اس خدمت میں حصہ لے گا میں اس کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دُعا کر چکے ہیں۔ کہ

"اے خدا جو شخص تیرے دین کی خدمت میں حصہ لے تو اس پر اپنے فضلوں کی بارش نازل کر اور آفات و مصائب سے اسے محفوظ رکھ!"

پس وہ شخص جو اس میں حصہ لے گا۔ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا سے بھی حصہ ملے گا اور میری دعاؤں سے بھی"

پس ضرورت ہے اس امر کی کہ نئے شروع ہونے والے مالی سال میں جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کا ہر فرد اپنی مالی ذمہ داری کی کماحقہٗ ادائیگی کے لئے نیا عزم اور نیا جوش پیدا کر لے۔ اور اپنے عمل سے اس بات کا ثبوت دے کہ وہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والا ہے۔

(۲) گذشتہ مالی سال کے جو چندہ جات ابھی تک ادا نہیں ہوئے وہ جماعتیں اور افراد کے ذمہ بقایا ہیں۔ کہ جن کی ادائیگی کی طرف احباب و عہدیداران کو توجہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ آمد میں جو کمی رہ گئی ہے۔ وہ پوری ہو جائے۔

جو تنظیم کام جماعت احمدیہ کے سپرد ہے۔ اگر اس کا کماحقہٗ احساس کر کے ہر ایک اپنا اپنا محاسبہ کرے۔ اور جماعت کے عہدیداران، بقایا دار اور نادہندہ افراد کی اصلاح و تربیت کی طرف خاص طور پر اور بار بار توجہ رکھیں۔ تو ہمارا قدم خدا کے فضل سے بہت آگے ہو سکتا ہے۔

جملہ سیکرٹریان مال۔ اُمراء و صدر صاحبان اور مبلغین کرام کی خدمت میں اس بارے میں خاص توجہ۔ کوشش اور تعاون کی درخواست ہے تاکہ جماعت کا کوئی بقایا دار۔ بے شرح یا نادہندہ نہ رہے۔

اللہ تعالےٰ سب کو اپنے فضل سے زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

درخواست دُعا

میرا بچہ عزیز منصور احمد بیمار ہے۔ اور کمیٔ خون کے باعث کمزور ہے۔ احباب عزیز کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار

منظور احمد واقفِ زندگی قادیان

درخواست دُعا

خاکسار کا ایک لڑکا شیخ عبد الحلیم مدرسہ احمدیہ قادیان میں خدا کے فضل و رحم کے ساتھ زیر تعلیم ہے۔ عزیز موصوف کی صحت گاہے بگاہے خراب ہو جایا کرتی ہے۔ تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جو نکہ بتوکل علی اللہ اسے تبلیغی مہمات میں لگوا دینے کا ارادہ ہے لہٰذا تمام بزرگان سلسلہ اور درویشان قادیان کی خدمت میں دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزیز موصوف کو روحانی اور جسمانی صحت ادا کرے اپنے خاص فضل سے دنیا اور آخرت میں کامیاب کا تاج پہنائے اور نافع الناس وجود ثابت ہو۔ آمین۔ عاجز شیخ نذر علی دلبر احمدی

پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ کرڈا پلی بنگریل اڑیسہ

(بقیہ صفحہ ۱۰)

۲۲۔ وہ مسیح کی الوہیت، صلیبی موت اور کفارہ کے باطل عقائد سے توبہ کریں کیونکہ گناہوں کی کثرت کفارہ کے عقیدہ کو درست تسلیم کرنے کی وجہ سے ہی وہ ظاہر ہوئی ہے۔ جب یسوع نے صلیب پر لعنتی موت مر کے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا تو پھر نیک اعمال بجا لانا بے سود ٹھہرا۔ بلکہ کسی اجازت کے بغیر جو جی میں آیا کرتے پھرو کیونکہ اگلے اور پچھلے سب گناہوں کی سزا یسوع نے خود بھگت لی۔ ابھی وقت ہے کہ اہل مغرب توبہ کر کے خدا کی امان میں آ جائیں ورنہ پیشگوئیوں میں بتائے گئے ہلاکت والے عذاب کی لپیٹ میں آجائے ہیں (؟) بچے گی۔

کیسا بے مثال انداز ہے اور کیسے جلال کے ساتھ ان پر اتمامِ حجت کیا جا رہا ہے!

(بشکریہ رسالہ انصار اللہ ربوہ)

خبریں

نئی دہلی ۲۹ اپریل۔ محکمہ ڈاک و تار کے ڈائریکٹر جنرل کے ایک پریس نوٹ میں بتایا گیا ہے کہ مختلف اقسام کی ڈاک کی اشیاء کے لئے محصول ڈاک کی شرحوں میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔ جو یکم مئی سے لاگو ہو گی خط کی قیمت چھ نئے پیسے کر دی گئی ہے۔ مقامی پوسٹ کارڈ بند کر دیا گیا ہے۔ ملک کے اندر بک پیکٹ اور سیمپل پیکٹ کے لئے آئندہ محصول ڈاک دس نئے پیسے ۵۰ گرام تک ہو گا۔ اور ہر زائد ۲۵ گرام کی شرح ۵ نئے پیسے ہو گی۔ رجسٹریشن فیس ۵۰ نئے پیسے کی بجائے ۵۵ نئے پیسے ہو گی۔ سوائے رسید کی فیس ۱۰ نئے پیسے ہو گی۔ لیٹ فیس کی شرح بڑھا کر ۱۰ نئے پیسے کر دی گئی ہے۔ اندرون تار اور ٹرنک ٹیلیفون کالز کی فیس کی نئی شرحیں بھی یکم مئی سے لاگو ہو رہی ہیں۔ ملک بھر میں تاروں کی شرحیں جو اخباری تار نہ ہوں درج ذیل ہوں گی

	ایکسپریس	عام
پہلے دس الفاظ کیلئے	۲ روپے	[illegible] روپیہ
پہلے دس الفاظ کے بعد ہر لفظ کے لئے	۲۰ نئے پیسے	دس نئے پیسے

بشمول نیپال بھیجے جانے والے تاروں پر بھی لاگو ہوں گی۔ مبارکباد کے تاروں کے لئے شرحیں حسب ذیل ہوں گی۔

	ایکسپریس	عام
پہلے آٹھ الفاظ کیلئے	ایک روپیہ ۵۰ نئے پیسے	۵۰ نئے پیسے

(جو الفاظ مکتوب الیہ کے نام اور پتہ کے لئے ایک مبارکباد کیلئے اور ایک لفظ بھیجنے والے کے نام کے لئے)

کراچی ۲۹ اپریل۔ برطانیہ کے وزیر برائے کامن ویلتھ امور مسٹر ڈنکن سینڈز جو سیٹو معاہدہ کی کونسل کے اجلاس میں شرکت کرنے کیلئے یہاں آئے۔ اخباری نمائندوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر کے بارے میں "بھارت پاکستان بات چیت [illegible] پر ہرگز مشتمل نہیں ہے"۔ انہوں نے کہا کہ میں کراچی میں اپنی آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت بھی جاؤں گا۔ اور مسٹر نہرو کے ساتھ تمام تبادلہ خیالات کروں گا۔ مجھے بھارت سرکار اور پاکستان سرکار کے ساتھ اپنے تعلقات کی تجدید کر کے خوشی ہو گی۔ پتہ چلا ہے کہ مسٹر سینڈز یکم مئی کو نئی دہلی جائیں گے۔

کرشنا نگر (مغربی بنگال) ۲۹ اپریل۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے آج یہاں ایک بھاری پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے زور دے کر کہا کہ دیش کی دیہاتی کرشکوں کو چاہئے کہ وہ اقتصادی ترقی کی رفتار تیز کرنے کے لئے کھیتوں اور کارخانوں میں [illegible]۔ انہوں نے کہا کہ کچھ عرصے سے دیش کو خطرہ کا سامنا ہے کیونکہ اس دیش نے جس کے ساتھ بھارت کے ہزاروں سال تک دوستانہ تعلقات رہے ہیں۔ بھارت پر حملہ کر دیا۔ بھارت چین کے ساتھ جھگڑے کے پرامن تصفیہ کے لئے تیار ہے۔ مگر وہ کسی بھی [illegible] یا دھمکیوں سے مرعوب نہ ہو گا۔ اس مقصد کے لئے دیش کے ذرائع کو مضبوط بنایا جانا چاہئے۔ اور اس کے لئے مزید پیداوار کی ضرورت ہے۔

واشنگٹن ۲۹ اپریل۔ آج کیوبا کے ایک پڑوسی جزیرہ میں جو دو آزاد مملکتوں ڈومینکن جمہوریہ اور ہائیٹی میں بٹا ہوا ہے۔ جنگ کے شعلے بھڑکنے کا خطرہ ہو گیا ہے جبکہ ڈومینکن جمہوریہ نے ہائیٹی سرکار کو الٹی میٹم دیا کہ وہ رات تک ڈومینکن کے سفارت خانہ پر سے اپنا قبضہ اٹھا لے۔ ورنہ فوجی کارروائی کی جائے گی۔ ادھر ہائیٹی نے جواب میں کہا ہے کہ اگر اس دھمکی کو عملی جامہ پہنایا گیا تو وہ تمام ذرائع سے اپنی حفاظت کرے گا۔ ہائیٹی اور ڈومینکن جزیرہ کیوبا اور امریکہ کے ساحلی علاقہ کی [illegible] میں واقع ہیں۔ ڈومینکن ری پبلک کا سابق نام سان ڈومنگو تھا۔ کولمبس نے اس جزیرہ کو دریافت کیا تھا۔ اور اس نے اسے لا اسپانیولا کا نام دیا تھا۔ اب یہ ہسپانیولا کہلاتا ہے۔

نئی دہلی ۲۹ اپریل۔ آج راجیہ سبھا میں ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا کہ چاول کی نقل و حرکت پر سے علاقائی پابندیاں اٹھانے کی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے۔

نئی دہلی ۲۹ اپریل۔ آج وزیر دفاع شری چوان نے لوک سبھا میں بتایا کہ بھارت سرکار نے بحری فوج میں آبدوز کشتیوں کا بیڑہ قائم کرنے کی ضرورت کو تسلیم کر لیا ہے اور بحری فوج کے ہیڈکوارٹرز سے کہا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں فوری تجاویز اور سفارشات پیش کرے۔ تاہم ہو سکتا ہے کہ آبدوز کشتیوں کا بیڑہ قائم کرنے میں کچھ عرصہ لگ جائے۔

چنڈیگڑھ ۲۹ اپریل۔ سٹیٹ سٹی [illegible] کونسل پنجاب نے پنجاب اور کروکشیتر یونیورسٹی کے وائس چانسلروں سے درخواست کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ وہ تحقیقی چینی اور اردو کی پڑھائی کے لئے شام کی کلاسیں شروع کریں۔ کونسل نے عورتوں کو ٹیلیفون اور وائرلیس آپریٹر کی ٹریننگ دینے کا فیصلہ بھی کیا۔ متعلقہ محکموں کے مشورہ سے ٹریننگ کے اقدامات کئے جائیں گے۔

نئی دہلی ۲۹ اپریل۔ نائب وزیر خوراک و زراعت شری تھامس نے راجیہ سبھا میں بتایا کہ پنجاب میں آوارہ مویشیوں کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار ہے جبکہ دلی میں آوارہ مویشیوں کی تعداد آٹھ ہزار ہے اس بارے میں اندازہ لگانے کے لئے ریاستی سرکاروں سے کہا گیا ہے

دلی ۲۹ اپریل۔ ہندوستان کے متعلق علاقوں میں ہیضہ پھیلنے کے پیش نظر حکومت پاکستان نے فیصلہ کیا ہے کہ اس ملک کے متاثرہ علاقوں سے بحری۔ بری اور ہوائی راستوں سے آنے والے افراد کے قبضہ میں ہیضہ کے ٹیکے کے جو بین الاقوامی سرٹیفکیٹ ہونے چاہئیں جن کے پاس بین الاقوامی سرٹیفکیٹ نہیں ہوں گے۔ ان کے بارے میں صحت کے بین الاقوامی ضوابط کی دفعات کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔ پاکستان سے ہندوستان جانے والوں کو بھی اپنے ساتھ ہیضہ کے ٹیکے کے جائز بین الاقوامی سرٹیفکیٹ لے جانے ہوں گے۔
(پریس نوٹ پاکستان ہائی کمیشن)

نئی دہلی ۲۵ اپریل۔ نائب وزیر خوراک و زراعت شری تھامس نے راجیہ سبھا میں بتایا کہ پنجاب میں آوارہ مویشیوں کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار ہے جبکہ دلی میں آوارہ مویشیوں کی تعداد آٹھ ہزار ہے اس کے بارے میں اندازہ لگانے کے لئے ریاستی سرکاروں سے کہا گیا ہے۔

لکھنؤ ۲۹ اپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ اس مرتبہ ہوائی جہازوں کے ذریعے آم دوسرے ممالک کو بھیجے جائیں گے۔ امریکہ، برطانیہ، روس، پاکستان میں لکھنؤ کے دسہری آم اور بنارس کے لنگڑے آم اور سفیدے کی بہت مانگ ہے۔ [illegible] سال دوسرے ملکوں کو ہوائی جہازوں کے ذریعے آم بھیجے گا۔ اس سلسلہ میں فضائی کمپنیوں سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے۔

لندن ۲۹ اپریل۔ سوویت وزیر اعظم مسٹر خروشچیف کے اس اعلان سے کہ ان کی عمر ۶۹ برس ہو گئی ہے۔ اور اب وہ زیادہ دن تک اقتدار سنبھالے نہیں رہیں گے۔ مغربی ملکوں میں بڑی بے چینی اور حیرت محسوس کی جا رہی ہے۔ ان کے اس اقدام کے اسباب پر قیاس آرائیاں کی جا رہی ہیں۔ دس سال سے روس کی طاقتور ترین شخصیت یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ اپنے سخت مخالفوں اور معترضین کے دباؤ میں آکر اپنے کچھ اختیارات کو ترک کر دینے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ پانچ برس سے خروشچیف روس کے وزیر اعظم ہیں۔

رعایتی قیمت پر بدر کا اجراء

ایک مخیر مخلص دوست نے کچھ رقم دے کر اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ایسے غریب مخلصین احباب کو جو پورا چندہ اخبار بدر دینے کی استطاعت نہیں رکھتے ایک سال کے لئے نصف قیمت پر اخبار بدر جاری کر دیا جائے۔ اس لئے بذریعہ اعلان احباب جماعت کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ جو دوست اس رعایت سے فائدہ اٹھانا چاہیں۔ وہ اپنی درخواست مقامی صدر جماعت یا مبلغ کی تصدیق سے جلد از جلد بھجوا دیں اور اس کے ساتھ ہی نصف چندہ مبلغ ۳/۵۰ روپے بھی بھجوا دیں۔ تاکہ ان کے نام اخبار جاری کرائے جا سکیں۔ اپنا پتہ صاف مکمل اور خوشخط انگریزی میں لکھیں۔

چونکہ گنجائش محدود ہے اس لئے انہی احباب کے نام اخبار جاری ہوں گے جو پہلے درخواستیں بھجوائیں گے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان